﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:74) ﴿......عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:80)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد23

جمعۃ المبارک20 مئی 2016ء

13 شعبان 1437 ہجری قمری ❁ 20 ہجرت 1395 ہجری شمسی

شمارہ21

فرشتوں کی صفیں

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے ربّ کے حضور صفیں بناتے ہیں۔ ہم نے کہا یا رسول اللہؐ وہ کس طرح صفیں بناتے ہیں؟ تو فرمایا وہ پہلے اپنی اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے سے جُڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الامر بالسکون حدیث نمبر:651)

(مقربین الٰہی کی ایک علامت یہ ہے کہ) وہ خلق اللہ سے ہمدردی کرتے ہیں اور مصائب کے وقت میں ان کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ اپنے سینوں میں کسی کے لئے بھی ذرّہ برابر کینہ نہیں رکھتے اور وہ ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں جو اُن پر گندے الزام لگاتے اور حقیر جانتے ہیں۔ اور مَیں اللہ کے فضل سے اس کے اولیاء میں سے ہوں۔ کیا تم پہچانتے نہیں؟ اور مَیں تمہارے پاس کھلے کھلے نشان لے کر آیا ہوں کیا تم دیکھتے نہیں؟

وہ خلق اللہ سے ہمدردی کرتے ہیں اور مصائب کے وقت میں ان کا خیال رکھتے ہیں اور ایسا کام کرتے ہیں جو آسمانوں میں فرشتوں کو بھی حیران کر دیتا ہے اور نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شجاعت رکھی جاتی ہے۔ پس وہ ان شدائد میں بھی جن کا سلسلہ روز مکافات (قیامت) تک طویل ہو ہمیشہ رواں دواں رہتے ہیں اور وہ خوفزدہ نہیں ہوتے اور نہ ہی منہ پھٹ ہو کر کسی سے بدکلامی کرتے ہیں بلکہ لوگوں کی بدگوئی پر سکوت اختیار کرتے اور اپنا غصہ پی جاتے ہیں۔ وہ دنیا کے مُردار کی طرف مائل نہیں ہوتے اور اسے کتوں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور اسے محض ہڈیوں کی ایک مٹھی بلکہ مکھیوں کا فضلہ تصور کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ اس طرف نہیں اٹھتی اور نہ ہی وہ اس کی جانب کوئی توجہ کرتے ہیں۔

وہ اپنے تئیں ایسا بنا لیتے ہیں جیسے شاخدار درخت ہو کہ ہر طرف سے آنے والا بھوکا شخص ان کے پھل کھاتا ہے۔ کیا ہی اچھے مہمان اور کیا ہی اچھے میزبان ہیں۔ یہ لوگ حسن تام کے مالک ہیں اور بدی کو نیکی سے دُور کرتے ہیں اور مخلوق کی خدمت کرتے ہیں اور جو انہیں ایذاء پہنچائے وہ اسے ایذاء نہیں پہنچاتے اور معذرت خواہ کی معذرت قبول کرتے ہیں اور جب کمینہ دشمنوں کی طرف سے ان پر سختیاں کی جائیں تو اس کے جواب میں وہ ان پر احسان کرتے ہیں اور وہ گالی کے جواب میں گالی دینے سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ اور وہ اپنے دشمنوں کے لئے اللہ کی طرف سے خیر، سلامتی، صحت و عافیت اور ہدایت کی دعا کرتے ہیں اور وہ اپنے سینوں میں کسی کے لئے بھی ذرّہ برابر کینہ نہیں رکھتے اور وہ ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں جو ان پر گندے الزام لگاتے اور حقیر جانتے ہیں۔ اور عاصی تک کو اپنی جماعت میں پناہ دیتے ہیں۔ پس اللہ ان پر ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اسے مقدم کرتے ہیں اور اس کے بندوں پر رحم کرتے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ اخلاص رکھتے ہیں حقیقتاً یہی لوگ ابدال اور اولیاء اللہ ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کی تشریف آوری سے زمین کو برکت دی جاتی ہے۔ اور لوگوں کو ان کے غموں سے نجات دی جاتی ہے۔ پس مبارک ہو ان لوگوں کو جو اُن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اے میرے ربّ! تو مجھے ان میں شامل فرما اور میرا ہو اور میرے ساتھ ہو جا اس دن تک کہ جب لوگ اٹھائے جائیں اور پیش کئے جائیں۔ اے میرے ربّ! ان لوگوں پر جو میری دشمنی کر رہے ہیں گرفت نہ فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں پہچانتے اور نہ انہیں بصیرت حاصل ہے۔ پس اے میرے ربّ! اپنی جناب سے ان پر رحم کر اور انہیں ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما۔ اے منکرو! اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ تمہیں عذاب دے۔ کیا تم اللہ کا شکر نہیں کرو گے؟ جبکہ اس نے تمہیں آلیا ایسے وقت جس میں تم ہلاک کئے جا رہے تھے اور اُچکے جاتے تھے اور اگر تم نے شکر کیا تو وہ تمہیں زیادہ دے گا اور جو تم تمنّا اور آرزو کرو گے تمہیں عطا کیا جائے گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو جہنم ناشکرے لوگوں کو گھیرنے والی ہے۔

ان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز اور کسی چیونٹی تک کو ایذا نہیں پہنچاتے اور ضعیفوں پر رحم کرتے ہیں۔ وہ (کسی سے) مکمل قطع تعلقی نہیں کرتے اگرچہ شریر اُن سے دشمنی کریں جو انہیں ہر طرح کی ایذا دیتے ہیں اور زیادتی کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے دشمنوں کے لئے دعا کرتے ہیں تا کہ وہ ہدایت پا جائیں۔ تُو انہیں بدخُلق سخت دل کی طرح نہیں پائے گا اور نہ ہی تو کسی اور کو ان جیسا رحم دل اور لوگوں کا خیر خواہ پائے گا خواہ تو مشرق و مغرب میں ڈھونڈے۔ وہ مصیبت زدہ لوگوں کے لئے دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس کے لئے اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں۔ پس جب یہ حالت ان کے نفوس پر جاری ہو جائے تو ان کی دعا حضرت احدیّت میں سنی جاتی ہے اور پھر انہیں اس کے متعلق خبر دی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور (خلق خدا کی) غمخواری کا پورا حق ادا کرتے ہیں اور اس میں بالکل کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو پگھلا دیتے ہیں اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں، پس وہ اس سے بہت سی جانوں کو ہلاکت سے بچا لیتے ہیں۔ اسی طرح انہیں عظیم الشان فطرت (صحیحہ) عطا کی جاتی ہے اور وہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ وہ اندھیری راتوں میں قیام کرتے ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے (نیک) اعمال کا نور اس دنیا میں ہی مشاہدہ کر لیتے ہیں اور ہر روز اپنے نور میں بڑھتے چلے جاتے ہیں اور جو (اعمال صالحہ) انہوں نے اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجے ہوتے ہیں وہ ان کی شادابی دیکھ لیتے ہیں۔ اور وہ نشہ بازوں کی طرح نہیں ہوتے اور وہ ہر معصیت سے مجتنب رہتے ہیں خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو۔ پس وہ اس کے قریب نہیں پھٹکتے اور نہ ہی وہ اس کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اور وہ عمل صالح کی توقیر کرتے ہیں اور تحقیر نہیں کرتے۔

اور مَیں اللہ کے فضل سے اس کے اولیاء میں سے ہوں۔ کیا تم پہچانتے نہیں؟ اور میں تمہارے پاس کھلے کھلے نشان لے کر آیا ہوں کیا تم دیکھتے نہیں؟ کیا شمس و قمر کو گرہن نہیں لگ چکا؟ کیا تمام ممالک میں اونٹنیاں بیکار نہیں ہو چکیں؟ تمہیں کیا ہے کہ تم غور و فکر نہیں کرتے؟ خدائے رحمان کی طرف سے کھلے کھلے نشانات آ چکے اور اس کی طرف سے واضح دلیل نازل ہو چکی، اس کے بعد تمہارے دلوں میں کون سا شک خلجان پیدا کر رہا ہے۔ اے اعراض کرنے والو! اب تمہارے پاس کون سا عذر باقی رہ گیا ہے؟ کیا طاعون نہیں پھیلی اور کثرت سے موتیں نہیں ہوئیں؟ جھوٹ اور فسق و فجور عام نہیں ہو گیا؟ مشرک قوم غالب نہیں ہو چکی؟ دنیا میں ایک انقلاب عظیم کا آغاز نہیں ہو چکا؟ جن کے تم منتظر تھے ان میں سے اکثر (علامات) ظاہر نہیں ہو چکیں؟ پس تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم حسن ظن سے کام نہیں لیتے اور حد سے بڑھ رہے ہو۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین مع علامات المقرّبین۔ (مع اردو ترجمہ) صفحہ 88 تا 93)

تربیتِ اولاد اور انصار اللہ کی ذمہ داریاں

(قرآن وحدیث اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آپ کے خلفاء کرام کے ارشادات کی روشنی میں)

قسط 4

تربیت کے سلسلے میں کوششوں کے نتائج جانچنے کا طریق

اصل مربی تو خدا تعالیٰ کی ہی ذات ہے لیکن وہ بندوں کی دعاؤں کو بھی سنتا ہے اور ان کی کوششوں کو بھی پھل لگاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل کس قدر نتیجہ خیز رہے ہیں۔ اس کا کسی قدر اندازہ بچے کے اندر پیدا ہونے والی صفات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا ہے کہ وہی بچہ تربیت یافتہ کہلائے گا جس میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہوں:

1۔ ذاتی طور پر بااخلاق ہو اور اُس میں رُوحانیت ہو: اس امر کا معیار یہ ہے کہ:

1۔ جب بچہ بڑا ہو تو امورِ شرعیہ کی لفظاً وعملاً وعقیدتاً پابندی کرے۔

2۔ اس کی قوتِ ارادی مضبوط ہو تا آئندہ فتنہ میں نہ پڑے۔

3۔ اپنی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا اور جان بچانے کی قابلیت رکھنا۔

4۔ اپنے اموال اور جائیداد بچانے کی قابلیت کا ہونا اور اس کے لئے کوشش کرنا۔

2۔ دوسروں کو بھی بااخلاق بنانے کی قابلیت رکھتا ہو: اس امر کا معیار یہ ہے کہ:

1۔ اخلاق کا اچھا نمونہ پیش کرے۔

2۔ دوسروں کی تربیت اور (تبلیغ) میں حصہ لے۔

3۔ اپنے ذرائع کو ضائع ہونے نہ دے بلکہ انہیں اچھی طرح استعمال کرے جس سے جماعت و دین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔

3۔ قانونِ سلسلہ کے مطابق چلنے کی قابلیت رکھتا ہو: اس کا معیار یہ ہے کہ:

1۔ اپنی صحت کا خیال رکھنے والا ہو۔

2۔ جماعتی اموال اور حقوق کا محافظ ہو۔

3۔ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے دوسروں کے حقوق کو نقصان پہنچے۔

4۔ قومی جزا اور سزا کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو۔

4۔ اللہ تعالیٰ سے خالص محبت رکھتا ہو جو سب محبتوں پر غالب ہو: اس امر کا معیار یہ ہے کہ

1۔ اُسے کلامِ الٰہی کا شوق اور ادب ہو۔

2۔ خدا تعالیٰ کا نام اُسے ہر حالت میں مئودب اور ساکن بنا دے۔

3۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے بکلّی الگ ہو۔

4۔ خدا تعالیٰ کی محبت کی علامات اُس کے وجود میں پائی جائیں۔

(بحوالہ منہاج الطالبین، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 200 تا 208)

(د) تربیتِ اولاد کے اہم گُر

بچے کی زندگی کے ابتدائی چند سالوں یعنی پنگوڑھے کے وقت میں اس کی تربیت کے لئے بعض اہم امور:

نیتیں سیدھی کرنا:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ پنگوڑھے کے وقت کا زمانہ نیتیں سیدھی کرنے کا وقت ہوا کرتا ہے۔ یعنی وہ زمانہ جبکہ ابھی بچے پر عبادت فرض نہیں ہوئی ہوتی اُس وقت اخلاقی تعلیم دینے کی ضرورت ہے اور یہ زمانہ نیتوں کو درست کرنے میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اس وقت گھروں کے ماحول کو اس نیت سے صاف اور درست رکھنے کی ضرورت ہے کہ ماں باپ یقینی طور پر یہ جان لیں کہ اگر ان کی بداخلاقیوں کی وجہ سے اولاد کی نیتوں میں فتور پیدا ہو گیا تو پھر ان کی تمام عمر کی بداعمالیوں میں وہ حصّہ دار قرار پائیں گے اور اس معاملہ میں وہ خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے۔

دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنا:

یہ محض ایک رسم نہیں بلکہ باوجود اذان اور اقامت کے الفاظ کے نہ سمجھنے کے، بچہ لازماً ان کلمات کی پاکیزگی سے متاثر ہوگا اور اس کے دماغ پر ان کلمات کے پاکیزہ مفہوم کا اثر ساری زندگی قائم رہے گا۔

پہلی خوراک کے ساتھ برکت کی دعا:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچے کو پہلی خوراک (گھٹی) دیتے وقت برکت کی دعا کیا کرتے جو نہایت ضروری اور بابرکت فعل ہے کیونکہ خدائے بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر کوئی تربیت اور کوئی اصلاح قائم نہیں ہو سکتی۔

اچھے نام رکھنا:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تفاؤل کے طور پر اچھے نام بچوں کے رکھا کرتے تھے۔ حضرت ابو درداءؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں قیامت کے روز تمہارے ناموں اور تمہارے آباء کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ پس تم اچھے نام رکھا کرو۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء)

بچہ بھی بسا اوقات اپنے نام کے مطابق ہی بنتا ہے یا بننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے ایسا نام رکھنا چاہئیے جو محض سننے میں خوبصورت نہ ہو بلکہ معنوی لحاظ سے بہت اچھا اور معنی خیز ہو۔

بچے کا عقیقہ اور اس کی طرف سے قربانی:

عقیقہ سے ایک مقصد بچے کی تربیت کا احساس اجاگر کرنا بھی ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ بچے کو محض کھلانا پلانا اور آرام سے رکھنا ہی ضروری نہیں کیونکہ کھا پی کر تو یہ محض حیوان ہوگا جبکہ حیوان تو وہ جانور بھی تھا جو اس کے لئے قربان کر دیا گیا۔ اصل غرض تو اسے بااخلاق اور باخدا بنانا ہے، محض کھلا پلا کر موٹا کر کے دُنبہ نہیں بنانا۔ اگر دُنبہ بنانا مقصود ہوتا تو ایک پلے پلائے دُنبے کو اس بچے کے لئے کیوں ذبح کرایا جاتا۔ اس کی بجائے بچے ہی کو ذبح کر کے دنبہ کو کیوں نہ گھر میں باندھ لیا جاتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عقیقہ کے علاوہ ساتویں دن بچے کے سر کے بال بھی اُتروایا کرتے اور بالوں کو تول کر اُن کے ہم وزن چاندی صدقہ کر دیتے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اس بچے کی تعلیم و تربیت میں یہ مدّنظر نہیں ہوگا کہ یہ بڑا ہو کر محض مال و دولت کمائے کیونکہ مال یعنی چاندی سونا تو ایسی حقیر چیزیں ہیں کہ اس بچے کے کاٹ کر پھینک دیئے جانے والے بالوں کے برابر بھی نہیں۔ پھر یہ خود کس طرح محض سونے چاندی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی پیدائش کی غرض تو اپنے پیارے خدا کا حصول اور اس کی تربیت کا مقصود دین اور روحانیت حاصل کرنا ہے۔

لڑکے کا ختنہ:

ابتدائی چند ہفتوں کے اندر ہی نومولود لڑکے کے ختنے کروا دینے چاہییں۔ ختنوں کے دیگر طبی فوائد کے علاوہ اس سے یہ بات بھی والدین کے ذہن نشین کروانی مقصود ہے کہ جس طرح بچے کی باطنی پاکیزگی اور طہارت کا خیال رکھنا ماں باپ کا فرض ہے اسی طرح اس کے جسم کی درستی اور صحت کا خیال رکھنا بھی ان پر واجب ہے۔

صفائی کی عادت:

بچے کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھنا چاہئے۔ جب بچہ گند کرے تو اُسے فوراً صاف کر دیا جائے تا کہ اُسے صاف رہنے کی عادت ہو۔ اگر بچہ ظاہر میں صاف ہوگا تو اِس کا اثر اُس کے باطن پر بھی پڑے گا اور اُس کا باطن بھی پاک ہوگا۔

بچے کو عدمِ تحفظ کا احساس نہ ہونے دینا:

بچہ پہلا قدم اٹھائے تو بڑوں کو گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرنا چاہئے۔ اُسے کوشش کرنے دیں۔ گرنے پر بھی تشویش کا اظہار نہ کریں۔ ’ہائے‘ کہہ کر اُسے خوفزدہ نہ کریں۔ خوف سے محفوظ رکھنے کے لئے والدین کو معلوم ہونا چاہئے کہ بچہ مندرجہ ذیل امور سے خوف کھاتا ہے:

(1) **تیز آواز جو اچانک پیدا ہو:** مثلاً بچے کے پاس زور سے تالی بجانا کہ وہ چونک اُٹھے، زور سے دروازہ بند ہو جانا وغیرہ، اسی طرح بچے کو چونکا دینا اسے خوفزدہ کر دینے کے مترادف ہے۔

(2) **گرنے کا احساس:** گرنے کا احساس بھی بچے میں sense of insecurity یعنی عدمِ تحفظ کا احساس اور اس کے نتیجے میں خوف کی کیفیت پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اس لئے بچے کو ایک ہاتھ سے اُٹھانا مناسب نہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ بچہ رو رہا ہے ماں نے جھلاّ کر ایک بازو سے پکڑ کر اٹھایا تو بچہ اور زور سے رونا شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے بچے کو اس طرح اٹھایا جائے کہ محسوس کرے کہ وہ محفوظ ہے۔

(3) تنہائی اور تاریکی: تنہائی اور تاریکی میں خود کو اکیلا محسوس کرنے کی وجہ سے بچے میں خوف کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے بچے کو اس عمر میں اکیلے کمرے میں نہیں سلانا چاہئے تا کہ جاگنے پر ماں یا باپ کو نہ پا کر خوفزدہ نہ ہو جائے۔ دن کو بھی کام کرتے وقت ماں بچے کی نظروں کے سامنے رہے تو اُسے تحفظ کا احساس گا۔

بچے کا تعلیمی سلسلہ شروع کرنا:

چند ماہ کا بچہ دوسروں کی نظریں پہچاننے لگتا ہے کہ کون اسے خوش ہو کر دیکھ رہا ہے یا غصّہ سے دیکھ رہا ہے۔ جس کے جواب میں وہ مسکراتا ہے یا کوئی اور ردّعمل دکھاتا ہے۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ اس کے سامنے ہر کام، ہر بات سوچ سمجھ کر اور احتیاط سے کی جائے۔

ہر بچہ اپنی صلاحیت کے مطابق اس عمر میں ہی بعض باتیں سیکھ لیتا ہے یا سیکھ سکتا ہے۔ مثلاً

1۔ وقت کی پابندی

2۔ پاکیزگی وطہارت (نفاست پسند بچہ گیلا ہوتے ہی رونے لگتا ہے)

3۔ ضد کرنا یا صبر کرنا

4۔ خود اعتمادی

5۔ بہادری

6۔ زبان سیکھنا

7۔ ردّعمل کا اظہار

8۔ نقل کرنے سے سیکھنے کا رجحان

چنانچہ والدین کو چاہئے کہ اسی عمر سے اس کا تعلیمی سلسلہ بھی شروع کر دیں۔

بطور مثال چند امور پیشِ خدمت ہیں:

بچہ جھوٹ بلکہ ہر برائی سے ناآشنا ہوتا ہے۔۔ بچوں کو جھوٹ بڑے سکھاتے ہیں۔ اس لئے بے حد ضروری ہے کہ بڑے کوئی ایسا کام یا بات نہ کریں جس میں جھوٹ کی ملونی ہو۔

پھر بچے میں صبر کی عادت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ فوری طور پر بچہ کی خواہش یا ضرورت پوری نہ کی جائے بلکہ اسے اُمید دلائیں کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ٹافی، بسکٹ یا جو بھی وہ مانگ رہا ہے وہ دیں گے۔

اس عمر میں بچے کو چڑ چڑے پن اور ضدی پن سے محفوظ رکھنے کے لئے بار بار روکنا یا منع کرنا مناسب نہیں۔ مثلاً یہ نہ کرو، یہ نہ پکڑو، اُدھر مت جاؤ، اُوپر مت چڑھو گر جاؤ گے۔

اسی طرح کوئی چیز بھی بچے کے ہاتھ سے چھیننی نہیں چاہئے۔ بلکہ کسی اور طریق سے مثلاً توجہ کسی اور طرف بدل کر وہ چیز اُس سے لی جاسکتی ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ جو اشیاء بچے کے لئے خطرناک ہوں یا جن چیزوں کے نقصان کا اندیشہ ہو انہیں محفوظ مقام پر رکھ دیا جائے تا کہ نہ تو بار بار منع کرنے اور روکنے سے بچے کی طبیعت میں چڑ چڑا پن پیدا ہو، نہ ہی ماں باپ کے اعصاب پر تناؤ کی کیفیت طاری ہو۔

پھر اس عمر میں بچہ بالعموم بولنا بھی شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے بڑے جو چاہیں بچے کو بولنا سکھا سکتے ہیں۔

شروع ہی سے اُس کی کسی نازیبا بات یا حرکت کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے۔ بہتر ہے کہ اس عمر میں بچہ کی منفی بات یا حرکت کا نوٹس ہی نہ لیا جائے تا کہ وہ خود بخود اُسے ترک کر دے۔ اُس کی کسی نامناسب بات پر اگر اُسے داد دی جائے گی تو وہ اُسے دہرائے گا اور پھر اُس بات کو چھڑوانا قدرے مشکل ہوگا۔

(باقی آئندہ)

تجسّس نہ کرو

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے سورۃ الحجرات آیت 13 کی تفسیر میں فرمایا:

”وَ لَا تَجَسَّسُوْا۔ تجسّس نہ کرو۔ تجسّس کی عادت بدظنی سے پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان کسی کی نسبت سُوءِ ظن کی وجہ سے ایک خراب رائے قائم کر لیتا ہے تو پھر کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کے کچھ عیب مل جاویں اور پھر عیب جوئی کی کوشش کرتا اور اسی جستجو میں مستغرق رہتا ہے۔ اور یہ خیال کر کے کہ اس کی نسبت مَیں نے جو یہ خیال ظاہر کیا ہے اگر کوئی پوچھے تو پھر اس کا کیا جواب دوں گا اپنی بدظنی کو پورا کرنے کے لئے تجسس کرتا ہے اور پھر تجسس سے غیبت پیدا ہوتی ہے جیسے فرمایا اللہ کریم نے وَ لَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا۔ غرض خوب یاد رکھو سوءِ ظن سے تجسّس اور تجسّس سے غیبت کی عادت شروع ہوتی ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 6)

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات،

گرانقدر مساعی اوران کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر401

مکرم حمدی محمد عبدالہادی صاحب

مکرم حمدی محمد عبدالہادی صاحب کا تعلق مصر سے ہے۔ جہاں ان کی پیدائش 1966ء میں ہوئی۔انہیں 2011ء کے شروع میں بیعت کرنے کی توفیق ملی۔وہ احمدیت کی طرف اپنے سفر کا احوال کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

روحانی اطمینان کی تلاش

میری عمر 50 سال ہے اور میں ایک پرائمری سکول کا ٹیچر ہوں۔مَیں بھی اپنے مسلمان معاشرے کے اکثر افراد کی طرح انہی مروّجہ عقائد کے ساتھ پروان چڑھا جن کا چرچا مولوی حضرات کی زبانی اکثر مسجد ومنبر سے ہوتا رہتا ہے، چنانچہ میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اوران کے آسمان سے نزول کے عقیدہ کے علاوہ نسخ فی القرآن وقتل مرتد وغیرہ جیسے دیگر معروف عقائد کا قائل تھا۔اس کے ساتھ ساتھ دیگر کئی مسلمانوں کی طرح میرے دل میں بھی بارہا یہ خواہش حسرت بن کر ابھرتی کہ کاش میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتا تو آپ کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد کرتا اور آپ کے صحابہ کے ساتھ مل کر دین اسلام کی تبلیغ کے لئے اپنے مال وجان کی قربانی پیش کرتا۔مسلمانوں کے تفرقہ کے پیش نظر یہ احساس بھی مجھے اندر ہی اندر سخت پریشان کرتا تھا کہ نہ جانے کونسا فرقہ راہ راست پر ہے اور کیا خبر جس فرقہ یا مسلک پر مَیں قائم ہوں وہ درست بھی ہے یا نہیں؟ جب یہ احساس شدت اختیار کرنے لگا تو مَیں نے مختلف جماعتوں میں شمولیت اختیار کر کے حق جاننے کی کوشش کی۔میں نسبتًا امن پسند صوفیوں میں بھی شامل ہوا اور فتنہ وفساد کے خوگر سلفی متشددین کے ساتھ بھی چل کے دیکھا،لیکن کہیں قلبی اطمینان نصیب نہ ہوا،کسی فرقہ میں مجھے یہ محسوس نہ ہوسکا کہ واقعی یہ لوگ حق کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ازاں بعد میں اپنے ذاتی اجتہاد کی بناء پر تقرب الی اللہ کی خاطر صوفیوں کے بعض خاص طور طریقوں کو اپناتے ہوئے مخصوص طریق پر ’’ذکر الٰہی‘‘ کرنے لگا،لیکن یہ سعی بھی نتیجہ خیز ثابت نہ ہوتی تھی۔

خواب۔۔اور اس کی تعبیر

اسی عرصہ میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک ویران وسنسان راستے پر ایک گمنام منزل کی طرف چل رہا ہوں۔ایسے میں ایک صالح شخص آتا ہے اور مجھے اس راستے سے ہٹا کر ایک نئے راستے پر ڈال دیتا ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ میں کوئی مزاحمت کئے بغیر بخوشی اسی راستے پر چلنا شروع کر دیتا ہوں جس پر وہ صالح شخص مجھے لا کر کھڑا کرتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ہمدردانہ رویّے سے مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے اس نے مجھے ایک بدانجام سے بچا کر خیرِ کثیر اور حسنِ عاقبت کی راہ پر ڈال دیا ہے۔اس راستے پر چلتے چلتے کچھ دیر کے بعد ایک بلند جگہ پر پہنچ کر کیا دیکھتا ہوں کہ پرانے راستے پر ایک جابر شخص بعض لوگوں سے جبری مشقت کروا رہا ہے۔میں سوچتا ہوں کہ اگر وہ صالح شخص مجھے اس راستے سے نہ ہٹاتا تو آج مَیں بھی دیگر کئی لوگوں کی طرح تختۂ مشق ستم بننے پر مجبور ہوجاتا۔خواب میں ہی مجھے خیال آتا ہے کہ شاید یہ صالح انسان خدا کا نبی موسیٰ علیہ السلام ہے۔

اس خواب کی مجھے کوئی صحیح تعبیر سجھائی نہ دی۔لیکن کافی عرصہ بعد جب میرا جماعت سے تعارف ہوا تو سمجھ میں آیا کہ میں جس راستے پر گامزن تھا وہ تباہی اور بربادی کی طرف جاتا تھا اور جس صالح انسان نے مجھے اس راستے سے اٹھا کر نئے راستے پر ڈال دیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے، جبکہ نیا راستہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام تھا۔

علمی افلاس

بہر حال اس خواب کے بعد ایک زمانہ گزر گیا اور میری زندگی میں کوئی ایسی تبدیلی نہ آئی جسے راستہ بدلنے سے تعبیر کیا جاسکے۔پھر ایک روز اتفاقًا مجھے وہ عیسائی چینل مل گیا جس پر معروف دریدہ دہن پادری اسلام اور نبیٔ اسلام کے خلاف بکواس کرتا تھا۔اس کے پروگرام سن کر میرا دل رنج واَلم سے بھر جاتا اور اپنے ضمیر کے ساتھ کشمکش کی وجہ سے مجھے شدید سر درد ہونے لگتا۔لیکن میں اس پادری کے پروگراموں کے دیکھنے سے رک نہ سکا،شاید اس کے اعتراضات کے جواب دینے کی حسرت اور دلی خواہش تھی جو مجھے ٹی وی کے سامنے سے اٹھنے نہ دیتی تھی۔بعض امور کا جواب میرے ذہن میں آتا لیکن کچھ دیر کے بعد میں خود ہی اپنے ضمیر کے سامنے شرمندہ سا ہوجاتا کیونکہ اس جواب میں وہ قوت اور شوکت نہ ہوتی تھی جو بیہودہ اعتراض کو جڑوں سے اکھاڑ سکے۔شاید اس میرے جوابات کی کمزوری کا سبب یہ تھا کہ پادری کے جملہ اعتراضات ان نصوص پر مبنی تھے جو اسلامی تاریخ کی معتبر کتب سے لی گئی تھیں اور جن کے مؤلفین کا شمار ایسے بلند پایہ علماء میں ہوتا ہے جن کی شان میں گستاخی باعثِ کفر سمجھی جاتی ہے۔یہ صورتحال مجھے غیظ وغضب میں مزید بڑھاتی۔ میں اس پادری کو مُسکت جواب دینے سے تو قاصر تھا لیکن میرے دل میں یہ تمنّا بشدت ابھرتی رہی کہ کاش کوئی مجھے اور اس پادری کو کچھ دیر کے لئے ایک کمرے میں بند کر دے تو میں کم ازکم اسے دو چار تھپڑ ہی مار کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا بدلہ لے لوں۔یہ بات میرے علمی افلاس اور میری دلیل کی کمزوری کی واضح علامت تھی۔

بے حسی کی انتہا

مَیں نے محسوس کیا کہ جیسے میں حیران وپریشان غریبوں اور یتیموں کی طرح مارا مارا پھر رہا ہوں، نہ میری مطلوبہ متاع مولویوں کے پاس تھی، نہ کسی کتاب اور کسی رسالہ میں شائع ہونے والے جوابات سے میری تشفی ہوتی تھی۔اور پھر مجلۃ الازہر اور ملک کے دیگر بڑے بڑے رسائل نے تو اس روح فرسا اور جان گسل مہم کا ردّ لکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی تھی، ایسے لگتا تھا جیسے ان رسائل کے محرّرین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر کے خلاف گالیاں سن کر بے حسی کے تاگوں سے اپنے ہونٹ سی لئے تھے۔

تپتے صحرا میں شاداب وادی

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل فرمایا اور ایک روز مجھے ایم ٹی اے مل گیا اور مجھے ایسے لگا جیسے کسی تپتے صحرا میں شدید پیاس کے باعث لڑکھڑاتے قدموں سے چلنے والے شخص کو ایک سرسبز وشاداب وادی نظر آجائے جس میں ہر طرف گھنے سائے اور ٹھنڈے پانی کے چشمے بہ رہے ہوں۔میں نے ایم ٹی اے دیکھنا شروع کیا اور پھر اس کا گرویدہ ہوکر رہ گیا۔ دو سال تک یہ چینل دیکھنے کے بعد میری یہ حالت تھی کہ میں اس چینل پر عیسائیت کے ردّ میں پیش کی جانے والی تمام باتوں سے متفق تھا۔لیکن اس چینل پر بیان کئے جانے والے احمدیت کے دیگر عقائد خصوصًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت کا بشدت انکاری تھا۔

تقدیرِ الٰہی، ہدایت اور بیعت

اس عرصہ میں مَیں نے بارہا پروگرام الحوار المباشر میں فون کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔میرا مقصد صرف ایک سوال کا ’’ہاں یا نہ‘‘ میں جواب لینا تھا اور وہ سوال یہ تھا: کیا آپ کی جماعت کے بانی انبیاء کی طرح معصوم ہیں اور کیا وہ صاحب وحی والہام ہیں؟

اگر اس کا جواب ہاں میں دیا جاتا تو میں اسی روز ہی اس چینل کو اپنی لسٹ سے حذف کر دیتا، کیونکہ اس وقت میرا یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی بند ہے، اور اس کا دعویدار جھوٹا ہے۔لیکن خدا تعالیٰ کی خاص قدرت سے ایسا ہوا کہ میں کبھی بھی پروگرام میں کال کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں ایم ٹی اے دیکھتا رہا اور رفتہ رفتہ تمام امور کے ساتھ ختم نبوت کا مسئلہ بھی میری سمجھ میں آگیا، یہاں تک کہ میرے سامنے امام الزمان مسیح موعود اور امام مہدی کی بیعت کے علاوہ کوئی راستہ نہ بچا۔چنانچہ میں نے بیعت فارم پُر کر کے ارسال کر دیا۔

تبلیغ کی کوشش اور ربّانی تفہیم

بیعت کے بعد مَیں چاہتا تھا کہ یہ خیر دوسروں تک بھی پہنچے چنانچہ اس کے لئے میں نے اپنے ایک قریبی دوست کا انتخاب کیا جس کے بارہ میں مجھے بہت حسن ظن تھا۔میں نے اسے احمدیت کا پیغام پہنچایا تو وہ خلاف توقع اچانک شدید غصے میں آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے لگا۔مجبورًا مَیں اسے چھوڑ کر نہایت دکھی دل، بے چین روح اور بوجھل قدموں کے ساتھ اپنے گھر لوٹ آیا اور حسب عادت جب ٹی وی آن کیا تو اس وقت ایم ٹی اے پر سورۃ آل عمران کی یہ آیت پڑھی جارہی تھی: {فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوْا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيْرِ} ترجمہ: پس اگر انہوں نے تجھے جھٹلا دیا ہے تو تجھ سے پہلے بھی تو رسول جھٹلائے گئے تھے۔وہ کھلے کھلے نشان اور (الٰہی) صحیفے اور روشن کتاب لائے تھے۔

یہ آیت میرے دل کی حالت کے لئے بردوسلام بن گئی اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کوئی اتفاق نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے پیغام ہے کہ رسولوں کی تکذیب اور ان سے استہزاء تو ہوتا چلا آیا ہے پھر اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ایسا ہوا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔لیکن انبیاء کی اس حالت کے باوجود خدا تعالیٰ کی مدد ونصرت سے ان کا غالب آنا دنیا کے لئے خدا تعالیٰ کی ہستی کا عظیم ثبوت اور خدا کے مامورین کی صداقت کی بیّن دلیل ہے۔یہ سوچ کر میری پہلی حالت جاتی رہی اور خدا کی اس نعمت پر شکر کے جذبات پیدا ہوگئے کہ اس نے اپنے امام الزمان کی بیعت کی توفیق عطا فرمائی اور اس کے منکرین میں سے نہیں بنایا۔

بیعت کے بعد تبدیلی

بیعت کے بعد میرا دل اور میرا گھر دونوں روحانی انوار سے منور ہونے لگے اور نمایاں طور پر خدا تعالیٰ کی قربت کا احساس ہونے لگا۔

بیعت کے بعد میری سوچ بھی یکسر بدل گئی۔لوگوں کے بارہ میں حسن ظن اور ان کی خیر خواہی کا عنصر غالب آنے لگا۔میری تلاوت کا رنگ بھی بدل گیا۔میں قبل ازیں محض نیکیاں جمع کرنے کی خاطر تلاوت کیا کرتا تھا یہاں تک کہ میں بعض اوقات نیکیوں کی تعداد جاننے کے لئے تلاوت کی گئی آیات کے حروف بھی گنتا تھا۔میں محض تلاوت آیات میں ہی ہر خیر کو مضمر پاتا تھا جبکہ ان آیات پر تدبر اور ان کے معانی پر غور وفکر کرنے کی عادت بالکل نہ تھی۔

اہلیہ کی بیعت اور رؤیائے صالحہ

میری بیوی جامعہ ازہر کی فارغ التحصیل ہے۔مجھے اس کے بارہ میں بہت فکر تھی کہ وہ مروّجہ خیالات اور مولوی حضرات سے متأثر ہوکر شاید امام الزمان کا انکار نہ کر بیٹھے۔لیکن دعا سے سب مرحلے آسان ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میری اہلیہ کا دل بھی ایمان کی برکات سے معمور کر دیا اور وہ اب نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ پر پختہ ایمان لانے والوں میں شامل ہے بلکہ حقیقی اسلام کا دفاع کرنے والی بن گئی ہے۔

قبول احمدیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیائے صالحہ سے بھی نوازا اور بعض کا بہت جلد غیر معمولی رنگ میں پورا ہونا میرے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ثابت ہوا۔مثال کے طور پر مَیں ایک رؤیا بیان کر دیتا ہوں۔

ایک ماہ قبل مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ مَیں اور میری اہلیہ ٹیکسی سٹینڈ پر کار کے آنے کے منتظر ہیں جس پر سوار ہوکر ہم مرکزِ جماعت تک پہنچنا چاہتے ہیں۔جب وہ کار آتی ہے تو مَیں اس میں دو عیسائی اشخاص کو دیکھ کر حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ تم کہاں جارہے ہو؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی جگہ ہی جارہے ہیں جہاں تم جانے کے منتظر ہو۔اسی اثناء میں میری آنکھ کھل گئی۔مجھے اس رؤیا کی کوئی سمجھ نہ آئی تھی، بلکہ اس کے بارہ میں کچھ حیرت اور خوف لاحق ہونے لگا۔

اگلی صبح مَیں اپنی اہلیہ کے ساتھ بازار گیا تو ہمارا گزر سنار بازار سے ہوا جس کے دکانداروں کی اکثریت عیسائیوں کی ہے۔ایک دکان کے قریب سے گزرتے ہوئے ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کا عیسائی مالک اپنی دکان میں ایم ٹی اے لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ہم حیرانی اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھے اور جب اس کے قریب ہی ایک اور دکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ اس کا عیسائی مالک بھی ایم ٹی اے لگائے بیٹھا تھا۔اپنے رؤیا کو اس رنگ میں پورا ہوتے دیکھ کر دل ایمان ویقین کے جذبات سے بھر گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر قائم رہنے اور امام الزمان پر ایمان کی نعمت کا حقیقی رنگ میں شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور احمدیت کا یہ فیض آگے ہماری اولادوں تک بھی پہنچے۔آمین۔

...............................(باقی آئندہ)

دنیائے مذاہب

مروّجہ اناجیل اور عیسائیت میں خلافِ واقعہ روایات شامل ہوچکی ہیں

(سابق پوپ بینیڈکٹ شانز دہم کا اعتراف)

(ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا)

چند سال پیشتر مستعفی ہوجانے والے پوپ بینیڈکٹ شانزدہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش اور عہد طفولیت کے بارہ میں اپنی نئی تصنیف میں، جس کا انگریزی ترجمہ امریکہ میں کراؤن پبلشنگ کمپنی نے

Jesus of Nazareth:
The Infancy Narratives

کے نام سے شائع کیا ہے، بہت سے متنازع امور پر اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ نہ صرف عیسائیت میں ایسی غیر حقیقی روایات رواج پا چکی ہیں جن سے اب چھٹکارا حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ مروّجہ اناجیل میں ایسی عبارات بھی داخل ہوچکی ہیں جو گستاخانہ نوعیت کی ہیں۔

❁......مثلاً لوقا (باب 2 آیت 14) میں درج یہ فقرہ کہ "Glory be to God" (خدا کی تمجید ہو) ایک طرح سے خداتعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے کیونکہ خدا تو خود صاحبِ مجد ہے، اس کا یہ مقام انسانوں کا رہینِ منّت نہیں۔ چنانچہ کتاب کے صفحہ 74 پر آپ لکھتے ہیں کہ:

"God's glory" is not something to be brought about by men…..

کیونکہ "God *is* Glorious" اور یہی کہنا مناسب ہے ،نہ کہ "Glory ***be to*** God" ۔

آپ نے بائبل کے قدیم مترجمین کو اس غلطی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے اس حوالے سے انجیل کے متن میں تبدیلی کی ضرورت پر زور دیا۔

❁......جرمن نژاد سابق پوپ نے اطالوی زبان میں رائج اناجیل پر بھی تنقید کی جن میں ان انسانوں کا ذکر ہے جن سے خدا محبت کرتا ہے حالانکہ (عیسائیت کے بنیادی عقائد کے مطابق) خدا تو تمام انسانوں سمیت اپنی ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے۔(صفحہ 75)۔

❁......اسی طرح سے آپ نے عیسائیوں میں رائج ان روایات کو بھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش پر فرشتوں نے انسانوں کی طرح کوئی گیت گایا تھا، جن کی آوازوں میں چرواہوں نے بھی اپنی آواز شامل کرلی تھی، خلاف واقعہ قرار دیا ہے۔ لیکن ہر سال کرسمس پر فرشتوں سے منسوب اس قسم کے گیت (Carols) گائے جاتے ہیں۔ آپ کے الفاظ میں یہ محض سادہ لوح معتقدین کے کانوں میں گونجنے والی تصوراتی آوازیں ہیں۔ آپ کے الفاظ میں:

"But Christianity has always understood that the speech of angels is actually song, in which all the glory of the great joy that they proclaim becomes tangibly present…..It is only natural that **simple believers** would then hear the shepherd singing too, and to this day they join in their caroling on the Holy Night."

❁......اسی طرح سے آپ نے کتاب کے صفحہ 69 میں یہ امر واقعہ بھی بیان کیا کہ عہد نامہ جدید میں جہاں حضرت مسیحؑ کی پیدائش اور چرنی میں آپ کی موجودگی کا ذکر ہے وہاں آپ کے حضور کسی جانور کی ''حاضری'' کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس کے برعکس ہم تصاویر اور مجسموں میں دیکھتے ہیں کہ ننھے یسوع کے ساتھ دو جانور (بیل اور گدھا) ضرور دکھائے جاتے ہیں۔ یہ آئیڈیا دراصل بعد میں آنے والے عیسائیوں کے ذہنوں کی پیداوار ہے جو عہد نامہ عتیق کی اس آیت کے حوالے سے حضرت مسیحؑ کے منکرین کو ایک پیغام دینا چاہتے تھے کہ:

''بیل اپنے مالک کو جانتا ہے اور گدھا اس جگہ کو جانتا ہے جہاں اس کا مالک اس کو چارہ دیتا ہے لیکن بنی اسرائیل مجھے نہیں پہچانتے۔'' (یسعیاہ باب 1 آیت 3)

آپ لکھتے ہیں کہ اب مسیحی علامت نگاروں نے ننھے مسیح کے ساتھ بیل اور گدھے کو دکھانا اپنے اوپر لازم ہی کرلیا ہے۔

"Christian iconography adopted this motif at an early stage. No representation of the crib is complete without the ox and the ass"

❁......**سابق پوپ نے اپنی اس کتاب میں حضرت یسوع مسیحؑ کی پیدائش اور عہد طفولیت کے حوالے سے اناجیل اربعہ کے اور بھی کئی اندرونی تضادات اور تاریخی حقائق سے ان کا متصادم ہونا تسلیم کیا ہے ۔**

مثلاً لوقاؔ کا یہ لکھنا کہ مسیحؑ کی پیدائش کے سال قیصر آگسٹسؔ نے مردم شماری کا اعلان کیا حالانکہ مردم شماری ہیرڈؔ اعظم کے دور میں ہوئی تھی جو مسیحؑ کی پیدائش سے چار سال قبل فوت ہوچکا تھا، اس لحاظ سے مسیحؑ کی تاریخ پیدائش وہ نہیں جو رائج ہے بلکہ اس سے چار سال پیشتر کی بنتی ہے۔

مسیح کی پیدائش پر ایک غیر معمولی روشن ستارے کا ظاہر ہونا جو بیان کیا جاتا ہے وہ نظارہ بھی ایک تاریخی حوالہ کے مطابق چار سال قبل مسیح میں ہی دکھائی دیا تھا۔ اس قسم کا ایک نظارہ چھ یا سات سال قبل مسیح میں بھی دکھائی دیا تھا۔ چنانچہ بعض محققین مسیح کی پیدائش سن 6 یا 7'' قبل مسیح ''،تسلیم کرتے ہیں۔(صفحہ 99-98)

❁......مزید برآں یہ کہ جس طرح اس ستارے کا چلنا متّی کی انجیل میں بیان کیا گیا ہے (کہ وہ مذہبی علماء کا رہنما بن کر ان کے سفر کے آغاز کرنے پر ان کے آگے چل پڑا تھا اور پھر وہاں آکر ٹھہر گیا جہاں نومولود مسیح موجود تھا)، سائنس سے متصادم اور خلاف حقیقت ہے۔ اس لئے یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ ایک کشفی نظارہ یا تمثیلی بیان ہوسکتا ہے۔(باب زیرعنوان "The Star" صفحہ 97)

❁......اسی طرح آپ لکھتے ہیں کہ متّی کا یہ لکھنا کہ ہیرڈ نے حکم نامہ جاری کیا تھا کہ بیت اللحم میں موجود دو سال

باقی صفحہ نمبر 12 پر ملاحظہ فرمائیں

خلیفہ آسماں سے ہے، خلافت آسمانی ہے

خلیفہ دل ہمارا ہے ، خلافت زندگانی ہے
خلافت فصلِ گُل بھی ہے ، بہارِ جاودانی ہے

خلافت اب قیامت تک سہارا غمزدوں کا ہے
محمدؐ کے نوشتے ہیں ، خدا کی مہربانی ہے

وہ مخزن ہے دعاؤں کا ، وہ رہبر رہنماؤں کا
بِنا مرشد جئے جانا کہاں کی عقل دانی ہے

خلافت کے بنا دنیا خزاؤں کے اثر میں تھی
خلافت ہے گُلِ تازہ ، یہ خوشبو کی روانی ہے

خلافت تیز لہروں میں کھِوَیّا بھی ہے، ناؤ ہے
خلافت تپتے صحرا میں گھٹا کی سائبانی ہے

خلافت باپ کا سایہ ، خلافت ماں کی شفقت ہے
خلافت عہد پِیری میں عصا کی قدر دانی ہے

خلافت فضلِ ربّانی، خلافت فیضِ یزدانی
ہمیں ایمان اور صالح عمل کی یاددہانی ہے

مشارق اور مغارب میں عجب قصّے محبت کے
خلافت حسنِ کامل ہے ، خلیفہ یار جانی ہے

خلافت کے بِنا اپنی سبھی ہستی ادھوری ہے
خلافت دل کی دھڑکن ہے، دلوں کی راجدھانی ہے

خلافت کو اگر سمجھو بَلائے حبس میں لوگو!!
کبھی بادِ صبا بھی ہے ، کبھی بارش کا پانی ہے

زمانے بھر کو اب ہم نے اِسی وحدت پہ لانا ہے
یہی اب طے کیا ہم نے ، یہی اب ہم نے ٹھانی ہے

ہمیں لبّیک کہنا ہے ، خلیفہ کی صداؤں پر
ہمیں شیطاں کے نرغے سے سبھی دنیا چھڑانی ہے

بڑے جُبّوں عماموں میں علمبردار بنتے ہیں
مگر ان دینداروں نے کہاں کب کس کی مانی ہے

یہی اب مَا حَصَل ٹھہرا فرازؔ!! اپنی نگارش کا
خلیفہ آسماں سے ہے ، خلافت آسمانی ہے

(اطہر حفیظ فرازؔ)

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ اور جماعت کے قیام سے لے کر آج تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں پر مسلمانوں کی طرف سے مسلسل یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو نبی کہہ کر یا ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مان کر ختم نبوت کی نفی کی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ سراسر ہم پر جھوٹا الزام ہے اور اتہام ہے۔

پہلے سے بڑھ کر اسلام کی باتیں سیکھیں اور اپنے دوستوں کو بتائیں کہ ہم تو مسلمان ہیں اور اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہی آنے والے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام اور آپ کا تابع نبی مانتے ہیں۔

جب بھی مخالفتیں بڑھیں ان مخالفتوں نے جماعت کے لئے کھاد کا کام کیا۔ اس سے ہمیں تو کوئی فکر نہ کبھی تھی اور نہ ہے اور نہ ہونی چاہئے۔
اس موجودہ مخالفت سے بھی میڈیا کے ذریعہ جماعت کا بڑا وسیع تعارف ہوا ہے جو کہ شاید پہلے ہم اتنے تھوڑے عرصے میں نہ کر سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو صرف علمی اور عقلی رنگ میں ثابت کرنے والے نہیں تھے بلکہ اسلام کی تعلیم کا عملی اظہار بھی آپ کی تعلیم اور عمل سے ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 29 اپریل 2016ء بمطابق 29 شہادت 1395 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن۔ لندن۔

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ اور جماعت کے قیام سے لے کر آج تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں پر مسلمانوں کی طرف سے مسلسل یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو نبی کہہ کر یا ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مان کر ختم نبوت کی نفی کی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ سراسر ہم پر جھوٹا الزام ہے اور اتہام ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت نبوت کے اس سے زیادہ قائل اور اس کا عملی اظہار کرنے والے اور اپنے دلوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھرنے والے اور آپ کے لائے ہوئے دین کو دنیا میں پھیلانے والے ہیں جتنا دوسرے مسلمان فرقے اس کا اظہار کرنے والے اور ماننے والے ہیں۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو اس کا لاکھواں حصہ بھی نہیں سمجھا جتنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کی وجہ سے احمدیوں نے سمجھا ہے۔

بہرحال ختم نبوت کو بنیاد بنا کر دوسرے مسلمان ہمیشہ سے احمدیوں کی مخالفت کرتے آئے ہیں اور وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی بات پر اس میں زیادہ ابال آ جاتا ہے یا نام نہاد علماء اور تنظیموں کی طرف سے مسلمانوں کو اس سلسلے میں پہلے سے بڑھ کر بھڑکانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

پچھلے دنوں جو گلاسگو میں احمدی کی شہادت ہوئی اس کی وجہ سے اس معاملے کو مخالفین نے اپنی جان بچانے کے لئے مذہبی جذبات کا ایشو بنانے کی کوشش کی۔ لیکن پھر حکومت کے مثبت رویے اور پریس کی بے انتہا دلچسپی کی وجہ سے ان بہت سی تنظیموں نے اور مسلمانوں کی یہاں جو ایک بڑی تنظیم ہے اس نے ظاہراً معذرت خواہانہ رویہ بھی اختیار کر لیا۔ لیکن ساتھ ہی اس بات پر بھی ہٹ دھرمی سے قائم رہے اور اس کا اظہار کیا کہ احمدی مسلمان بہرحال نہیں ہیں۔ مسجدوں میں اس کا بے انتہا اظہار کیا جاتا ہے اور عام مسلمانوں کے دل میں اتنا زیادہ ڈال دیا ہے کہ مسلمانوں کے بچے بھی جن کو شاید کلمہ بھی اچھی طرح یاد نہ ہو، جن کو یہ بھی نہیں پتا کہ ختم نبوت کیا چیز ہے، وہ احمدی بچوں کو سکولوں میں یہ کہتے ہیں کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ بعض بچے بچیوں نے گزشتہ دنوں مجھے لکھا کہ ہمارے سے اس طرح سلوک ہوتا ہے۔ تو میں ان کو یہی کہتا ہوں کہ پہلے سے بڑھ کر اسلام کی باتیں سیکھیں اور اپنے دوستوں کو بتائیں کہ ہم تو مسلمان ہیں اور اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہی آنے والے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام اور آپ کا تابع نبی مانتے ہیں۔ بہرحال دنیا کے مختلف ممالک میں احمدیوں کے خلاف یہ ابال وقتاً فوقتاً اٹھتے رہتے ہیں اور اب چونکہ میڈیا اور سفر کے تیز وسائل کی وجہ سے، آسانی کی وجہ سے، سہولتوں کی وجہ سے مخالفین اور مخالفتیں ہر جگہ پہنچ جاتی ہیں اس لئے دنیا کا کوئی ملک بھی اب فساد پیدا کرنے والے نام نہاد مسلمانوں سے محفوظ نہیں ہے۔ افریقہ میں بعض جگہ پہنچ جاتے ہیں اور جہاں کبھی یہ لوگ پہنچے نہیں تھے اور وہ لامذہب تھے یا عیسائی تھے یا نام نہاد مسلمان تھے تو وہاں جب احمدیوں نے جا کر جماعتیں قائم کیں، مسجدیں بنائیں تو وہاں بھی پہنچ جاتے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ تو بہرحال یہ ان کے حملے، حربے ہیں جو یہ استعمال کرتے رہیں گے۔ اور اس وجہ سے یہاں کے رہنے والے، یورپ کے رہنے والے بھی جو نام نہاد مسلمان یہاں پہنچتے ہیں، اسی تعلیم کی وجہ سے جو وہ لوگ اپنی مسجدوں میں اور مدرسوں میں یا گھروں میں اور خاندانوں میں دیتے ہیں ان کے بچوں کے ذہن بھی زہر آلود ہو رہے ہیں۔ لیکن جہاں جہاں یہ پہنچ رہے ہیں اس کے ساتھ ہمارے بھی ہر احمدی بچے اور نوجوان کا فرض ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم سے پوری طرح آگاہی حاصل کریں۔ اس تعلیم سے آگاہی حاصل کریں جس کو اس زمانے میں کھول کر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا اور جس پر جماعت احمدیہ قائم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری شرعی نبی ہیں اور شریعت کے لحاظ سے آپ پر نبوت ختم ہو گئی۔ یعنی اب کوئی نئی شریعت نہیں آ سکتی۔ اسی طرح قرآن کریم آخری شرعی کتاب ہے۔ اور اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے والے آپ کے غلام نبی ہیں، آپ کی شریعت کو جاری کرنے والے نبی ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو ہی دنیا میں پھیلانا ہے۔

بہرحال جماعت کے ساتھ ہم نے ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک دیکھا ہے کہ جب بھی مخالفتیں بڑھیں ان مخالفتوں نے جماعت کے لئے کھاد کا کام کیا۔ اس سے ہمیں تو کوئی فکر نہ کبھی تھی اور نہ ہے اور نہ ہونی چاہئے۔ اس موجودہ مخالفت سے بھی میڈیا کے ذریعہ جماعت کا بڑا وسیع تعارف ہوا ہے جو کہ شاید پہلے ہم اتنے تھوڑے عرصے میں نہ کر سکتے۔ یہاں بھی اس ملک میں بھی اس طرف بڑی توجہ پیدا ہوئی ہے اور پھر یہ بھی کہ بعض احمدی نوجوان جو مذہب میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے تھے، جماعت کے ساتھ تو بعضوں کا اتنا اٹھنا بیٹھنا نہیں تھا، یا آنا جانا نہیں تھا۔ یا کبھی عید پہ آ گئے یا دُور سے فاصلہ رکھا، لیکن اس میڈیا کے ذریعہ سے انہیں بھی پتا چل گیا ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا کس طرح حق ادا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے مقام کو کس طرح قائم کر کے دکھایا اور ہماری کس طرح رہنمائی

فرمائی اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہی بعض ارشادات پیش کرتا ہوں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''یقیناً یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں بن سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے۔ جب تک ان محدثات سے الگ نہیں ہوتا'' (یعنی یہ جو نئی نئی باتیں اور مختلف قسم کے ذکر اور مختلف قسم کی بدعات ان لوگوں نے مذہب میں شامل کر لی ہیں ان سے جب تک علیحدہ نہیں ہوتا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شامل نہیں کیں بلکہ مختلف علماء اور پیروں نے شامل کی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تک ان سے الگ نہیں ہوتا) ''اور اپنے قول اور فعل سے (ہر شخص اپنے قول اور فعل سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا، کچھ نہیں۔''

پس یہ صرف زبانی باتیں نہیں بلکہ عملی طور پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے کی ضرورت ہے۔ اور اگر وہ نہیں مانتا تو آپ فرماتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''سعدی نے کیا اچھا کہا ہے کہ

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفیٰ''

(یعنی زہد و تقویٰ اور صدق و صفا کے لئے ضرور کوشش کرو مگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق سے تجاوز نہ کرو۔)

آپ فرماتے ہیں کہ: ''ہمارا مدّعا جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے جو ابدالآباد کے لئے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اور تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے جو اِن لوگوں نے اپنی بدعتوں کے ذریعہ قائم کی ہیں''۔

یہ نئی نئی بدعتیں پیدا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے یہ ہٹے ہوئے ہیں۔ اصل میں تو یہ نبوت کی مہر کو توڑنے والے ہیں۔ فرمایا ''ان ساری گدیوں کو دیکھ لو اور عملی طور پر مشاہدہ کرو'' (یعنی پیروں کی گدیاں جو ہیں ان کو دیکھو اور عملی طور پر مشاہدہ کرو) ''کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہم ایمان لائے ہیں یا وہ؟'' فرمایا کہ ''یہ ظلم اور شرارت کی بات ہے کہ ختم نبوت سے خدا تعالیٰ کا اتنا ہی منشاء قرار دیا جائے کہ منہ سے ہی خاتم النبیین مانو اور کرتوتیں وہی کرو جو تم خود پسند کرتے ہو اور اپنی ایک الگ شریعت بنا لو۔ بغدادی نماز، معکوس نماز وغیرہ ایجاد کی ہوئی ہیں۔'' (بعض مسلمان طبقوں نے اور فرقوں میں) فرمایا ''کیا قرآن شریف یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی اس کا کہیں پتا لگتا ہے۔ اور ایسا ہی ''یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً لِلّٰہ'' کہنا، اس کا ثبوت بھی کہیں قرآن شریف سے ملتا ہے؟ آنحضرت کے وقت تو شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا وجود بھی نہ تھا۔ پھر یہ کس نے بتایا تھا؟ شرم کرو۔ کیا شریعت اسلام کی پابندی اور التزام اسی کا نام ہے؟ اب خود ہی فیصلہ کرو کہ کیا ان باتوں کو مان کر، ایسے عمل رکھ کر تم اس قابل ہو کہ مجھے الزام دو کہ میں نے خاتم النبیین کی مہر کو توڑا ہے؟ اصل اور سچی بات یہی ہے کہ اگر تم اپنی مساجد میں بدعات کو دخل نہ دیتے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت پر ایمان لا کر آپ کے طرز عمل اور نقش قدم کو اپنا امام بنا کر چلتے تو پھر میرے آنے ہی کی کیا ضرورت ہوتی۔ تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوتوں نے ہی اللہ تعالیٰ کی غیرت کو تحریک دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں ایک شخص کو مبعوث کرے جو اِن جھوٹی نبوتوں کے بُت کو توڑ کر نیست و نابود کرے۔ پس اسی کام کے لیے خدا نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے''۔

آپ فرماتے ہیں کہ ''گدّی نشینوں کو سجدہ کرنا یا ان کے مکانات کا طواف کرنا یہ تو بالکل معمولی اور عام باتیں ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لیے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں''۔ فرمایا کہ ''ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے۔ اگر اس جیسے ہزاروں اور بھی ہوں تو اس کے عشق و محبت کی خصوصیت کیا رہی''۔ (یعنی ایک شخص سے عشق ہے اگر اس جیسے اور ہزاروں پیدا ہو جائیں جس سے تم عشق کرنے لگ جاتے ہو تو پھر جس سے عشق ہے اس کی خصوصیت یا انفرادیت کیا رہی) تو فرمایا کہ ''پھر اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں فنا ہیں جیسا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں تو یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں خانقاہوں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں''۔ فرمایا کہ ''مدینہ طیبہ تو جاتے نہیں مگر اجمیر اور دوسری خانقاہوں پر ننگے سر اور ننگے پاؤں جاتے ہیں۔ پاک پٹن کی کھڑکی میں سے گزر جانا ہی نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں''۔ (یہ پاکستان اور ہندوستان میں جگہیں ہیں جہاں بزرگ پیدا ہوئے ان کی قبروں کے پوجنے والے یہ لوگ ہیں یا وہاں جاتے ہیں) فرمایا کہ ''پاکپٹن کی کھڑکی میں سے گزر جانا ہی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔'' کسی عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اس دروازے میں سے گزر جاؤ، کھڑکی میں سے گزر جاؤ تو تمہاری نجات ہو گئی۔ فرمایا ''کسی نے کوئی جھنڈا کھڑا کر رکھا ہے، کسی نے کوئی اور صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ان لوگوں کے عرسوں اور میلوں کو دیکھ کر ایک سچّے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے کہ یہ انہوں نے کیا بنا رکھا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو اسلام کی غیرت نہ ہوتی اور اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام (آل عمران:20)۔ خدا کا کلام نہ ہوتا اور اس نے نہ فرمایا ہوتا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (الحجر:10)۔ تو بیشک آج وہ حالت اسلام کی ہو گئی تھی کہ اس کے مٹنے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور اس کی رحمت اور وعدۂ حفاظت نے تقاضا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کو پھر نازل کرے اور اس زمانہ میں آپ کی نبوت کو نئے سرے سے زندہ کر کے دکھا دے۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور مجھے مامور اور مہدی بنا کر بھیجا۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 90 تا 92۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر بعثت مسیح موعود کا اصل منشاء اور مدعا بیان فرماتے ہوئے ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ:

''ہمارا اصل منشاء اور مدّعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر کرنا ہے اور آپ کی عظمت کو قائم کرنا۔ ہمارا ذکر تو ضمنی ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جذب اور افاضہ کی قوت ہے اور اسی افاضہ میں ہمارا ذکر ہے''۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 269۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ طاقت ہے کہ آپ فیض پہنچانے والے اور فائدہ پہنچانے والے ہیں اور آپ نے فرمایا کہ اسی فیض اور فائدے میں میرا ذکر بھی آ گیا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہی ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ مقام دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کے دائرے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے اندر سمیٹ لیا اور اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ آپ کے عاشق صادق کا ذکر بھی شامل ہو گیا۔

پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ آپ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک ہزار سال کے اندھیرے زمانے کی وجہ سے جو نئی باتیں اور بدعات پیدا ہو گئی تھیں ان کی اصلاح ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

''پھر مَیں یہ کہتا ہوں کہ خدا کی طرف سے جو آتے ہیں وہ کوئی بری بات تو کہتے ہی نہیں۔ وہ تو یہی کہتے ہیں کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور مخلوق سے نیکی کرو۔ نمازیں پڑھو اور جو غلطیاں مذہب میں پڑ گئی ہوئی ہیں انہیں نکالتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت جو مَیں آیا ہوں تو مَیں بھی ان غلطیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں جو فیج اعوج کے زمانے میں پیدا ہو گئی ہیں۔ (ایک اندھیرا زمانہ جو ایک مسلمانوں میں آیا اس دور میں پیدا ہو گئی تھیں۔) سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو خاک میں ملا دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور اہم اور اعلیٰ توحید کو مشکوک کیا گیا ہے۔ ایک طرف تو عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع زندہ ہے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں اور وہ اس سے حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ دو ہزار برس سے زندہ چلے آتے ہیں۔ نہ زمانے کا کوئی اثر ان پر ہوا۔ دوسری طرف مسلمانوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ بیشک مسیح زندہ آسمان پر چلا گیا اور دو ہزار برس سے اب تک اسی طرح موجود ہے۔ کوئی تغیر و تبدل اس کی حالت اور صورت میں نہیں ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میرا دل کانپ جاتا ہے جب میں ایک مسلمان مولوی کے منہ سے یہ لفظ سنتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے۔ زندہ نبی کو مردہ رسول قرار دیا گیا۔ اس سے بڑھ کر بے حرمتی اور بے عزتی اسلام کی کیا ہو گی۔ مگر یہ غلطی خود مسلمانوں کی ہے جنہوں نے قرآن شریف کے صریح خلاف ایک نئی بات پیدا کر لی۔ قرآن شریف میں مسیح کی موت کا بڑی وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن اصل میں اس غلطی کا ازالہ میرے ہی لئے رکھا تھا کیونکہ میرا نام خدا نے حکم رکھا ہے۔ اب جو اس فیصلے کے لئے آوے وہی اس غلطی کو نکالے۔ دنیا نے اس کو قبول نہ کیا پر خدا اس کو قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اس قسم کی باتوں نے دنیا کو بڑا نقصان پہنچایا ہے'' (جو یہ لوگ کرتے ہیں۔) فرمایا کہ ''مگر اب وقت آ گیا ہے کہ یہ سب جھوٹ ظاہر ہو جاوے۔ خدا تعالیٰ نے جس کو حکم کر کے بھیجا اس سے یہ باتیں مخفی نہیں رہ سکتیں۔ بھلا دائی سے پیٹ چھپ سکتا ہے؟ قرآن نے صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ آخری خلیفہ مسیح موعود ہو گا اور وہ آ گیا ہے۔ اب بھی اگر کوئی اس پر لکیر کا فقیر رہے گا جو فیج اعوج کے زمانہ کی ہے تو وہ نہ صرف خود نقصان اٹھائے گا بلکہ اسلام کو نقصان پہنچانے والا قرار دیا جاوے گا۔ اور حقیقت میں اس غلط اور ناپاک عقیدے نے لاکھوں آدمیوں کو مرتد کر دیا ہے۔ اس اصول نے اسلام کی سخت ہتک کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین۔ جب یہ مان لیا کہ مُردوں کو زندہ کرنے والا، آسمان پر جانے والا، آخری انصاف کرنے والا یسوع مسیح ہی ہے تو پھر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو معاذ اللہ کچھ بھی نہ ہوئے۔ حالانکہ ان کو رحمۃٌ للعالمین کہا گیا اور وہ کافۃ الناس کے لئے رسول ہو کر آئے۔ خاتم النبیین وہی ہوئے۔ ان لوگوں کا جنہوں نے مسلمان کہلا کر ایسے بیہودہ عقیدے رکھتے ہیں، یہ بھی مذہب ہے کہ اس وقت جو پرندے موجود ہیں ان میں کچھ مسیح کے ہیں اور کچھ خدا تعالیٰ کے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ میں نے ایک بار ایک موحّد سے سوال کیا کہ اگر اس وقت دو جانور پیش کئے جاویں اور پوچھا جاوے کہ خدا کا کون سا ہے اور مسیح کا کونسا ہے تو اس نے جواب دیا

کہ مل جل ہی گئے ہیں۔(ملفوظات جلد3 صفحہ 251، 252۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اب مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ارشادات اور واقعات پیش کرتا ہوں جن میں آپ کی سیرت کے بعض پہلو اجاگر ہوتے ہیں اور پتا چلتا ہے کہ آپ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو صرف علمی اور عقلی رنگ میں ثابت کرنے والے نہیں تھے بلکہ اسلام کی تعلیم کا عملی اظہار بھی آپ کی تعلیم اور عمل سے ہوتا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص عبدالحق نامی نوجوان کالج کے سٹوڈنٹ تھے جو پہلے مسلمان تھے پھر عیسائی ہو گئے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر کیا کہ انہی باتوں سے بہت سے لوگ اسلام چھوڑ گئے اور عیسائی ہو گئے۔ یہ بھی ان میں سے ایک تھے جو عیسائی ہو گئے۔ حق کی تلاش میں یا ویسے ہی علمی تحقیق کے لئے قادیان آئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پاس کچھ دیر ٹھہرے۔ مختلف ملاقاتوں میں آپ علیہ السلام ان کو مسائل بیان فرماتے تھے۔ ایک دن انہوں نے کہا کہ ایک عیسائی کے سامنے جب آپ کا نام لیا تو اس نے آپ کو گالی دی۔ اس نوجوان نے کہا۔ مجھے یہ بڑا ناگوار گزرا۔ اس بات کو سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ کس طرح آپ کے اعلیٰ اخلاق کا اظہار کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "گالیاں دیتے ہیں اس کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ بہت سے خطوط گالیوں کے آتے ہیں جن کا مجھے محصول بھی دینا پڑتا ہے اور کھولتا ہوں تو گالیاں ہوتی ہیں اشتہاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں۔ (پاکستان میں آجکل بھی یہی حال ہے۔ بڑے بڑے اشتہار لگتے ہیں) اور اب تو کھلے لفافوں پر گالیاں لکھ کر بھیجتے ہیں۔ مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے؟ اور خدا کا نور کہیں بجھ سکتا ہے؟ ہمیشہ نبیوں، راستبازوں کے ساتھ ناشکروں نے یہی سلوک کیا ہے۔ ہم جس کے نقش قدم پر آئے ہیں مسیح ناصری، اس کے ساتھ کیا ہوا؟" (کیونکہ یہ عیسائی ہو گئے تھے اس لئے مسیح کی مثال پیش کی کہ ان کے ساتھ بھی تو یہی ہوا تھا۔ گالیاں دی جاتی تھیں۔ ظلم ہوا۔ صلیب پر بھی چڑھایا گیا) پھر فرمایا "اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا؟ اب تک ناپاک طبع لوگ گالیاں دیتے ہیں۔ میں تو بنی نوع انسان کا حقیقی خیر خواہ ہوں۔ جو مجھے دشمن سمجھتا ہے وہ خود اپنی جان کا دشمن ہے۔" (ملفوظات جلد3 صفحہ 126۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ یہ عبدالحق نامی شخص کئی دن وہاں رہے اور آپ کے ساتھ گفتگو چلتی رہی اور آپ ان کے مختلف سوالوں کے جواب بھی دیتے رہے۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ "مَیں آپ کو بار بار یہی کہتا ہوں کہ جب تک آپ کی سمجھ میں کوئی بات نہ آوے اسے آپ بار بار پوچھیں۔ ورنہ یہ اچھا طریق نہیں ہے کہ ایک بات کو آپ سمجھیں نہیں اور کہہ دیں کہ ہاں سمجھ لیا۔ اس کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔" تو یہ آپ کا حوصلہ تھا۔ بار بار آپ کہتے تھے پوچھو۔ آپ علیہ السلام کو ایک تڑپ تھی کہ لوگوں پر حق کھلے اور وہ اسے قبول کریں۔ یہ نوجوان جو تھے سراج الدین عیسائی کو بھی جانتے تھے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کئے تھے اور پھر آپ نے اس کے جواب بھی دیئے جو شائع بھی ہو گئے۔ تو اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا کہ "سراج الدین جو یہاں آیا تھا اس نے ایسا ہی کیا اور کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔" یعنی سوال کرتا تھا۔ اور چپ رہتا تھا آگے مزید سوال نہیں کرتا تھا اور یہاں آ کے بھی اس نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہر بات پہ ہاں ہاں کرتا رہا اور دل میں جو شکوک تھے یا شبہات اگر پیدا ہوئے تو نیک نیتی سے ان کو دور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مزید سوال نہیں پوچھے۔ جو لکھ کے لایا تھا بس وہی پوچھتا رہا یا آپ جو بیان فرماتے رہے ان پہ ہاں ہاں کرتا رہا۔ حضرت مسیح موعود نے نوجوان کو فرمایا کہ اس نے یعنی سراج الدین نے آپ کو کچھ کہا تھا؟ اس کو آپ جانتے ہیں؟ تو عبدالحق نامی شخص نے جواب دیا کہ ہاں وہ مجھے منع کرتے تھے کہ وہاں مت جاؤ کچھ ضرورت نہیں۔ جب ہم نے ایک سچائی کو پالیا (یہ بھی مسلمانوں سے عیسائی ہو گیا تھا۔ کہنے لگا کہ جب سچائی یعنی عیسائیت کو ہم نے پا لیا) پھر کیا ضرورت ہے کہ اور تلاش کرتے پھریں۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا تھا کہ جب میں آیا تھا تو وہ مجھے تین میل تک چھوڑنے آئے تھے اور پسینہ آیا ہوا تھا۔ (اس عیسائی کو واپسی پر الوداع کہنے کے لئے تین میل تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام گئے تھے اور یہ بھی مہمان نوازی کا وہ اعلیٰ ظرف ہے جس کا اظہار آپ نے کیا۔) ایڈیٹر بدر نے جو اس پہ نوٹ لکھا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سلیم الفطرت لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت اور ہمدردی پر غور کریں اور اس جوش کا اندازہ کریں جو اس کی فطرت میں کسی روح کو بچا لینے کے لئے ہے۔ کیا تین میل تک جانا محض ہمدردی ہی کے لئے نہ تھا۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام تین میل تک اس عیسائی کے ساتھ جو گئے وہ ہمدردی کے لئے تھا تا کہ اس کو بچائیں۔) لکھتے ہیں کہ ورنہ میاں سراج الدین سے کیا غرض تھی۔ اگر فطرت سلیم ہو تو آپ کے اس جوش ہمدردی ہی سے حق کا پتا پالے۔ ہمارے لئے ایسا سچا جوش رکھنے والے تجھ پر خدا کا سلام۔ سلامت برتو اے مرد سلامت۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو پسینہ آ گیا تھا اس بارہ میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں "اس پسینے سے اس نے یہ مراد لی کہ گویا جواب نہیں آیا۔ افسوس آپ اس سے پوچھتے تو سہی کہ پھر وہ یہاں رہ کر نمازیں کیوں پڑھتا تھا۔" (جب وہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا تو نمازیں بھی پڑھا کرتا تھا) اور آپ فرماتے ہیں "کیا اس نے نہیں کہا تھا کہ میری تسلی ہو گئی۔ میرے سامنے ہو تو میں اس کو حلف دے کر پوچھوں۔ سامنے ہونے سے کچھ تو شرم آ جاتی ہے۔" بہرحال عبدالحق صاحب نے کہا۔ میں نے نمازوں کا حال پوچھا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہاں میں پڑھا کرتا تھا اور آخر میں نے کہہ دیا تھا کہ میں کسی سرد مقام پر جا کر فیصلہ کروں گا۔ (یہ سراج الدین نے جواب دیا تھا) اور یہ بھی مسٹر سراج الدین نے کہا تھا کہ مرزا صاحب شہرت پسند ہیں۔ میں نے چار سوال پوچھے تھے ان کا جواب چھاپ دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا "اس میں تو شہرت پسندی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم کیوں حق کو چھپاتے۔ اگر چھپاتے تو گنہگار ٹھہرتے اور معصیت ہوتی۔ خدا نے جب مجھے مامور کر کے بھیجا ہے تو پھر میں حق کا اظہار کروں گا اور جو کام میرے سپرد ہوا ہے اسے مخلوق کو پہنچاؤں گا۔ اور اس بات کی مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی شہرت پسند کہے یا کچھ اور۔ آپ ان کو پھر خط لکھیں کہ وہ یہاں کچھ دن اور رہ جائیں۔"

پس جس کام کے ساتھ اور جس کام کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا اس کو صرف ایک شخص تک محدود نہیں رکھا بلکہ سمجھا کہ اس سے دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور اس سے اسلام کی حقیقت ظاہر ہو گی تو دوسروں کے لئے بھی آپ نے یہ جواب شائع کر دیا، کسی نام و نمود کے لئے نہیں کئے تھے۔ پس آپ کا ہر کام اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور مقام قائم کرنے کے لئے تھا۔

بہرحال بہت ساری باتیں اس نوجوان عبدالحق سے آپ کی سیر کے دوران ہوا کرتی تھیں۔ ایک دن یہی باتیں کرتے ہوئے جب سراج الدین کے بارے میں یہ سوال ہو رہا تھا تو آپ گھر کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت اقدس نے عبدالحق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان آرام وہی پا سکتا ہے جو بے تکلف ہو۔ پس آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بلا تکلف کہہ دیں۔ پھر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو یہ ہمارے مہمان ہیں اور تم میں سے ہر ایک کو مناسب ہے کہ ان سے پورے اخلاق سے پیش آوے اور کوشش کرتا رہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ یہ کہہ کر آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ (ملفوظات جلد3 صفحہ 110 تا 113۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

تو ہر ایک شخص کی انفرادی طور پر بھی مہمان داری کا آپ کو بڑا خیال رہتا تھا۔ کوئی بھی اگر حق کی تلاش کے لئے آیا ہے تو اس کو ایک تو صحیح طرح پیغام ملے اور دوسرے جو ظاہری آرام ہے وہ بھی اس کو پوری طرح میسر ہو۔

ایک واقعہ ایک مریض کی عیادت کا بیان کرتا ہوں لیکن اس میں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کے ذکر میں آجکل کے پیروں فقیروں کی طرح اپنی بڑائی بیان نہیں کی کہ میں دعا کروں گا اور میری دعائیں قبول ہوتی ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور قبولیت دعا کے فلسفے اور اپنی حالت کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے متعلق ہی بیان فرمایا۔ واقعہ یوں ہے۔ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ ایک قریشی صاحب کئی روز سے بیمار ہو کر دارالامان میں حضرت حکیم الامت کے علاج کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے متعدد مرتبہ حضرت حجۃ اللہ کے حضور دعا کے لئے التجا کی۔ آپ نے فرمایا "ہم دعا کریں گے۔" پھر ایک دن شام کو اس نے بذریعہ حضرت حکیم الامت التماس کی کہ میں حضرت مسیح موعود کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر پاؤں کے متورم ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا۔ (پاؤں سوجا ہوا ہے چل نہیں سکتا۔) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود 11؍اگست 1902ء کو ان کے مکان پر جا کر دیکھنے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ وعدہ کے ایفاء کے لئے آپ سیر کو نکلتے ہی خدام کے حلقے میں اس مکان پر پہنچے جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے اور کچھ دیر تک مرض کے عام حالات دریافت فرماتے رہے، اس کے بعد بطور تبلیغ فرمایا۔ (تبلیغ کا کوئی پہلو بھی آپ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے اور اسلام کی حقیقی تعلیم بھی بتانا چاہتے تھے۔) فرمایا کہ "میں نے دعا کی ہے۔ (تمہارے پیغام مل رہے تھے۔ میں نے دعا کی ہے) مگر اصل بات یہ ہے کہ نری دعائیں کچھ نہیں کر سکتی ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی اور امر نہ ہو۔ اہل حاجت لوگوں کو کس قدر تکالیف ہوتی ہیں مگر حاکم کے ذرا کہہ دینے اور توجہ کرنے سے وہ دور ہو جاتی ہیں۔ (جو بعض ضرورتمند

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

لوگ ہوتے ہیں وہ اپنی تکلیفیں لے کے حاکم وقت کے پاس جاتے ہیں اور اس کی توجہ اور مدد سے وہ دور ہو جاتی ہیں۔) اسی طرح پر اللہ تعالیٰ کے امر سے سب کچھ ہوتا ہے۔ میں دعا کی قبولیت کو اس وقت محسوس کرتا ہوں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر اور اذن ہو۔ کیونکہ اس نے اُدْعُوْنِی تو کہا ہے مگر اَسْتَجِبْ لَکُمْ بھی ہے۔'' (یعنی جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں تمہاری سنوں گا۔ یہ سننے میں حکم اور اذن کی شرائط ساتھ ہیں اور اس کے لئے خدا تعالیٰ کی بات کو ماننا اور اس کی عبادت کرنا بھی شرط ہے۔) آپ نے فرمایا کہ ''یہ ضروری بات ہے کہ بندہ اپنی حالت میں ایک پاک تبدیلی کرے اور اندر ہی اندر خدا تعالیٰ سے صلح کر لے اور یہ معلوم کرے کہ وہ دنیا میں کس غرض کے لئے آیا ہے اور کہاں تک اس غرض کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب تک انسان اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض نہیں کرتا اس وقت تک کسی تکلیف میں مبتلا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر انسان تبدیلی کر لے تو خدا تعالیٰ پھر رجوع برحمت ہوتا ہے۔ اس وقت طبیب کو بھی سوجھ جاتی ہے۔'' (یعنی اللہ تعالیٰ رجوع برحمت ہوتا ہے تو ڈاکٹر کو بھی صحیح طرح اس کی مرض کو تشخیص کرنے کی صلاحیت دے دیتا ہے، علم دے دیتا ہے۔) فرمایا ''خدا تعالیٰ پر کوئی امر مشکل نہیں بلکہ اس کی تو شان ہے کہ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (یٰسٓ:83)''۔ کہ اس کا یہ حکم ہی کافی ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہونے لگتی ہے۔ فرمایا کہ ''ایک بار میں نے اخبار میں پڑھا تھا کہ ایک ڈپٹی انسپکٹر پنسل سے ناخن کا میل نکال رہا تھا جس سے اس کا ہاتھ ورم کر گیا۔ آخر ڈاکٹر نے ہاتھ کاٹنے کا مشورہ دیا۔ اس نے معمولی بات سمجھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہلاک ہو گیا'' (فوت ہو گیا)۔ فرمایا کہ ''اسی طرح ایک دفعہ میں نے پنسل کو ناخن سے بنایا۔ دوسرے دن جب میں سیر کو گیا تو مجھے اس ڈپٹی انسپکٹر کا خیال آیا اور ساتھ ہی میرا ہاتھ ورم کر گیا۔ میں نے اسی وقت دعا کی اور الہام ہوا اور پھر دیکھا تو ہاتھ بالکل درست تھا اور کوئی ورم یا تکلیف نہ تھی۔ غرض یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ جب اپنا فضل کرتا ہے تو کوئی تکلیف باقی نہیں رہتی مگر اس کے لئے ضروری شرط ہے کہ انسان اپنے اندر تبدیلی کرے۔ پھر جس کو وہ دیکھتا ہے کہ یہ نافع وجود ہے تو اس کی زندگی میں ترقی دے دیتا ہے''۔ (یعنی اللہ تعالیٰ جس کو دیکھتا ہے کہ یہ وجود نافع ہے، اس سے نفع پہنچنے والا ہے، دنیا کو فائدہ پہنچتا ہے تو اس کی زندگی میں ترقی دے دیتا ہے۔ بعض استثناء بھی ہوتے ہیں، لیکن عموماً یہ اللہ تعالیٰ کا سلوک ہے۔) فرمایا کہ ''ہماری کتاب میں اس کی بابت صاف لکھا ہے۔ وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (الرعد:18) کہ اور جو چیز لوگوں کو نفع دینے والی ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے۔ فرمایا کہ ''ایسا ہی پہلی کتابوں سے پایا جاتا ہے۔ حزقیل نبی کی کتاب میں بھی درج ہے۔'' فرماتے ہیں کہ ''انسان بہت بڑے کام کے لئے بھیجا گیا ہے لیکن جب وقت آتا ہے اور وہ اس کام کو پورا نہیں کرتا تو خدا اس کا کام تمام کر دیتا ہے۔ خادم کو ہی دیکھ لو کہ جب وہ ٹھیک کام نہیں کرتا تو آقا اس کو الگ کر دیتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اس وجود کو کیونکر قائم رکھے جو اپنے فرض کو ادا نہیں کرتا۔''

فرماتے ہیں کہ ''ہمارے مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد مرحوم و مغفور) پچاس برس تک علاج کرتے رہے۔ ان کا قول تھا کہ ان کو کوئی حکمی نسخہ نہیں ملا۔ سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہر ایک ذرہ جو انسان کے اندر جاتا ہے کبھی مفید نہیں ہو سکتا۔ توبہ و استغفار بہت کرنی چاہئے تا خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ جب خدا تعالیٰ کا فضل آتا ہے تو دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ خدا نے یہی فرمایا ہے کہ دعا قبول کروں گا اور کبھی کہا کہ میری قضاء و قدر مانو۔ اس لئے میں تو جب تک اِذن نہ ہو لے کم امید قبولیت کی کرتا ہوں۔ بندہ نہایت ہی ناتواں اور بے بس ہے۔ پس خدا کے فضل پر نگاہ رکھنی چاہئے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 317 تا 319۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر آپ نے ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف حقیقی اسلامی تعلیم کے مطابق رہنمائی فرمائی اور اپنا نمونہ اس طرح قائم فرمایا جس طرح آپ نے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے سیکھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سب سے بڑا حق یہی ہے کہ اس کی عبادت کی جاوے اور یہ عبادت کسی غرض ذاتی پر مبنی نہ ہو بلکہ اگر دوزخ اور بہشت نہ بھی ہوں تب بھی اس کی عبادت کی جاوے اور اس ذاتی محبت میں جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہونی چاہئے کوئی فرق نہ آوے۔'' یہی اعتراض آجکل دین کے مخالفین بہت لوگ کرتے ہیں کہ لالچ کی خاطر تم لوگ عبادت کرتے ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے پیار اور محبت کی وجہ سے اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ فرماتے ہیں کہ ''اس لئے ان حقوق میں دوزخ اور بہشت کا سوال نہیں ہونا چاہئے۔'' اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا ہے۔ اس میں یہ سوال نہ ہو کہ جنت ملے گی۔ دوزخ ملے گی بلکہ جو اللہ سے محبت ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے جو فضل ہیں ان کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ دوسرا ہمدردی بنی نوع انسان کی ہے۔ فرمایا کہ ''بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لئے دعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ میں اللہ تعالیٰ نے قید نہیں لگائی ہے کہ دشمن کے لئے دعا کرو تو قبول نہیں کروں گا۔ بلکہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے لئے دعا کرنا یہ بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی سے مسلمان ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے اس لئے بخل کے ساتھ ذاتی دشمنی نہیں کرنی چاہئے اور حقیقتاً موذی نہیں ہونا چاہئے۔ شکر کی بات ہے کہ ہمیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس کے واسطے دو تین مرتبہ دعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا نہیں۔ اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں اور سکھاتا ہوں۔ خدا تعالیٰ اس سے کہ کسی کو حقیقی طور پر ایذاء پہنچائی جاوے اور ناحق بخل کی راہ سے دشمنی کی جاوے ایسا ہی بیزار ہے جیسے وہ نہیں چاہتا کہ اس کے ساتھ ملایا جاوے۔'' یعنی ناجائز دشمنیاں اور پھر دشمنی کی وجہ سے دوسرے کو ناجائز طور پر تکلیف دینا بھی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، اسی طرح جس طرح اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جاتا ہے۔ فرمایا کہ ''ایک جگہ وہ فصل نہیں چاہتا اور ایک جگہ وصل نہیں چاہتا۔'' یعنی ایک جگہ وہ جدائی نہیں چاہتا اور ایک جگہ ملنا نہیں چاہتا یا وہ مقام نہیں چاہتا جو ملنے کا ہو۔ فرمایا کہ ''یعنی بنی نوع کا باہمی فصل اور اپنا کسی غیر کے ساتھ وصل''۔ بنی نوع انسان جو ہیں وہ آپس میں علیحدہ ہوں، جھگڑے ہوں، فساد ہوں، ایک کا منہ اِس طرف ہو اور دوسرے کا منہ اُس طرف ہو، یہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا۔ یہ فصل ہے۔ اور اپنا کسی غیر کے ساتھ وصل یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو جوڑنا، کسی کو ملانا، اس کے برابر ٹھہرانا، شریک ٹھہرانا۔ یہ وصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لئے یہ نہیں چاہتا۔ انسانوں کی ایک دوسرے سے جدائی نہیں چاہتا اور یہ چاہتا ہے کہ آپس میں مل جل کر رہیں، محبت اور پیار سے رہیں، ایک ہو کر رہیں اور اپنے آپ کو برابر سمجھیں۔ اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ واحد ہے، یگانہ ہے اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ فرمایا ''اور یہ وہی راہ ہے کہ منکروں کے واسطے بھی دعا کی جاوے۔ اس سے سینہ صاف اور انشراح صدر پیدا ہوتا ہے اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ اس لئے جب تک ہماری جماعت یہ رنگ اختیار نہیں کرتی اس میں اور اس کے غیر میں پھر کوئی امتیاز نہیں ہے۔ میرے نزدیک یہ ضروری امر ہے کہ جو شخص ایک کے ساتھ دین کی راہ سے دوستی کرتا ہے اور اس کے عزیزوں سے کوئی ادنیٰ درجہ کا ہے تو اس کے ساتھ نہایت رفق اور ملائمت سے پیش آنا چاہئے اور ان سے محبت کرنی چاہئے کیونکہ خدا کی یہ شان ہے۔

بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

(کہ بدوں کو بھی نیکوں کے ساتھ خداوند کریم بخش دیتا ہے۔) پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو، تمہیں چاہئے کہ تم ایسی قوم بنو جس کی نسبت آیا ہے فَاِنَّھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔ یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم جلیس بدبخت نہیں ہوتا۔ یہ خلاصہ ایسا ہے ایسی تعلیم کا جو تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ میں پیش کی گئی ہے۔'' (ملفوظات جلد 3 صفحہ 96، 97۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ چند باتیں ہیں جو میں نے بیان کی ہیں اس بہت بڑے عظیم ذخیرے میں سے جو آپ نے ہمارے سامنے صحیح اسلامی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے مطابق رکھا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنی تعلیم کو اپنانے اور اپنے اوپر لاگو کرنے کا حق ادا کیا ہے۔ ختم نبوت کا صرف نعرہ نہیں لگایا بلکہ آپ کا ہر قول و فعل اپنے آقا و مطاع کی اتباع میں تھا۔ اور اسی تعلیم اور اسی شریعت کو ہی قائم کرنے کی آپ کو تڑپ تھی تا کہ دنیا کو پتا چلے کہ یہ خوبصورت تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہے یہی اصلی نجات ہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی آپ نے اس پر عمل کرنے کی نصیحت اور ہدایت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جہاں عملی نمونے قرآن و سنت کے مطابق قائم کرنے کی توفیق دے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا صحیح ادراک بھی ہمیں عطا فرمائے اور اسلام کی حقیقی تصویر ہم دنیا کو دکھانے والے ہوں۔

☆......☆......☆

دلچسپ اور ایمان افروز داستان

(شاہدہ متین ۔ سویڈن)

[یہ سطور (میجر ریٹائرڈ) محترم چوہدری رحمت علی صاحب (آف کینیڈا) کے ایک سفر پاکستان کے بارے میں ہیں۔ ان کے بیان کو مَیں نے ان کی زبانی اپنے الفاظ میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے قارئین اسے دلچسپ اور ایمان افروز پائیں گے۔]

انسان کی زندگی میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جن کی یاد مٹائے نہیں مٹتی۔ کچھ ایسی کہانیاں ہوتی ہیں جن کو ضرور لکھا جانا چاہئے۔ اس خیال سے کہ ہماری اگلی نسلیں جو کہ مغربی ملکوں میں پل بڑھ کر جوان ہوئی ہیں ان کو دعا کی اہمیت وقبولیت اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا احساس پیدا ہو۔ جب ان دنوں اور ان واقعات کو یاد کرتا ہوں تو دل اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے بھر جاتا ہے۔

میرے ایک کینیڈین دوست ہیں جو R. Gualtieri کے نام سے پہچانے جاتے ہیں اور اٹاوہ (Ottawa) یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ مذاہب کا مضمون پڑھانے پر مقرر ہیں۔ ہماری جماعت کے بارے میں انہوں نے کتاب لکھی ہے جس کا نام Conscience and Coercion ہے۔ یہ کتاب ان کا پاکستان کا سفر ہے۔ ان جیلوں تک رسائی کی داستان ہے جہاں ہمارے نوجوان اور معزز بزرگ حضرات ایک دوسرے کو السلام علیکم کہنے اور کلمہ طیبہ کا بیج لگانے کے جُرم میں عرصۂ دراز سے قید وبند کی مصیبتیں جھیل رہے تھے۔

1978ء کی بات ہے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کینیڈا تشریف لائے تو مَیں نے کچھ دوسرے عزیزوں کی معیت میں حضور کو پروفیسر صاحب سے ملوایا۔ آپ نے مذہب کے بارے میں ان کے خیالات سنے۔ چند دن آپ کی صحبت میں رہ کر اور آپ کی محفلوں میں شامل ہوکر پروفیسر صاحب اسلام کے بارے میں دلچسپ اور سیر حاصل بحثوں سے محظوظ ہوئے۔ پروفیسر صاحب بہت شریف النفس آدمی ہیں۔ عاجزانہ مزاج رکھتے ہیں۔ مختلف مذاہب کی تحقیق کی ہے۔ بہت اچھے لکھاری ہیں۔ ان کا قلم سچائی کا ساتھ دیتا ہے۔ نڈر ہوکر حقائق لکھتا ہے۔ آمریت کی تاریخ بتاتا ہے۔

1984ء میں جبکہ پاکستان میں فوجی آمر ضیاءالحق کا دَور تھا اور احمدیوں پر ظلم وایذا رسانی شروع ہوئی تھی جو اَب تک جاری ہے۔ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ پاکستان سے ہجرت کر کے لندن تشریف لے آئے۔ ان دنوں میں جب کہ احمدیہ جماعت نہایت پُر آشوب حالات سے گزر رہی تھی مَیں نے حضور کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اجازت طلب کی کہ کیا مَیں پروفیسر صاحب کو پاکستان میں جماعت پر ہونے والے مظالم کے بارے میں لکھنے کی درخواست کروں، نیز ان کو ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے پروگرامز میں اکثر جانے کا موقعہ ملتا ہے کیا اُن کو اِن مواقع پر جماعت کے حق میں بولنے کی درخواست کروں؟ اس کے علاوہ یونیورسٹی میں بھی لیکچر دیا جاسکتا ہے۔

حضورؒ نے فوراً اجازت دے دی۔ پروفیسر صاحب میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے مَیں ان کو ملنے گیا۔ حکومت پاکستان میں احمدیوں کے متعلق نئے آرڈیننس کے بارے میں تفصیل سے بتایا خاص طور پر آرڈیننس نمبر بیس (xx) کے متعلق ان کو آگاہ کیا۔ پروفیسر صاحب کہنے لگے: ’’مَیں کیسے مان سکتا ہوں کہ ایک حکومت اپنے شہریوں پر اس قسم کی مذہبی پابندیاں لگا سکتی ہے اور عبادت پر بھی اس قسم کی ظالمانہ پابندیاں لگائی جاسکتی ہیں۔ نیز حدود آرڈیننس نافذ کرسکتی ہے۔ مجھے یقین نہیں آسکتا مگر چونکہ آپ کہہ رہے ہیں، مَیں جانتا ہوں آپ غلط بیانی نہیں کر رہے اس لئے مان لیتا ہوں مگر بِن دیکھے اس موضوع پر کیسے قلم اٹھا سکتا ہوں؟‘‘

مَیں نے پوچھا پھر آپ بتائیے، آپ کو کیسے یقین آسکتا ہے؟ آپ میری باتوں کو کیونکر سچ سمجھیں گے؟‘‘ اس بات پر انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اگر مَیں خود جا کر دیکھوں تو شاید یقین آجائے۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ یہی میری خواہش تھی جس کا انہوں نے اظہار کر دیا۔ چنانچہ مَیں نے اُن سے کہا جب بھی آپ کا پاکستان جانے کا ارادہ ہوگا مَیں آپ کے ہمراہ جانے کی سعادت حاصل کروں گا۔ وہ محفل یونہی باتوں باتوں میں ختم ہوگئی۔ اُس وقت انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ خود یونیورسٹی آئیں اور احمدیوں پر پاکستان میں ہونے والے مظالم کے متعلق لیکچر دیں۔ جس کا مَیں نے ان کو یہ جواب دیا کہ جو اثر آپ کی باتوں کا ہوسکتا ہے وہ اثر میری باتوں میں کہاں۔

محفل برخواست ہوئی۔ مَیں نے اس دن کی ساری کارروائی حضور رحمہ اللہ کو لکھی اور پروفیسر صاحب کو پاکستان لے کر جانے کی اجازت مانگی۔ حضور کا مجھے نہایت محبت بھرا مثبت جواب مِلا۔

۞...... پروفیسر صاحب پہلے بھی پاکستان جا چکے تھے۔ اب ایک مرتبہ پھر میری درخواست پر انہوں نے رختِ سفر باندھ لیا۔ وہ بھارت بھی جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ پہلے وہ ہندوستان جائیں گے پھر ہم دونو پاکستان میں ملیں گے۔ جب حضور کو ہمارے سفرِ پاکستان کا پتہ چلا تو آپ نے مجھے تاکید فرمائی کہ اس سفر سے پہلے پروفیسر صاحب کو ایک ہفتہ کے لئے لندن بھی ضرور لے کر ٹھہریں۔ حضور ایک بار پھر ان سے ملنا چاہتے تھے۔ پروفیسر صاحب نے میرے ساتھ لندن ٹھہرنے کی تمنا بھی پوری کر دی۔ لندن قیام کے دوران انہوں نے کئی مرتبہ حضور کے انٹرویوز لئے۔ جماعت کے بہت سے لوگوں سے ملنے اور بات چیت کرنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے علاوہ بشیر آرچرڈ صاحب کا بھی انٹرویو لیا۔ جہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے ہمارے کمرے ساتھ ساتھ تھے۔ رات کے تقریباً اڑھائی، تین بجے ہوں گے میں ان کے کمرے کے آگے سے گزرا۔ ان کے کمرے کی بتی جل رہی تھی۔ مَیں نے اس خیال سے دروازہ کھولا شاید انہوں نے مرچوں والا تیز کھانا کھا لیا ہے اور سو نہیں پا رہے۔ وہ کمرے میں ٹہل رہے تھے۔ مَیں نے ان کا حال دریافت کیا۔ اس پر انہوں نے جواب دیا

"I dont know, I am charged. I cannot sleep."

ان کی نیند کیوں اُڑی؟ دراصل بات یہ تھی کہ اسی دن مغرب کی نماز پر جب مَیں مسجد جانے لگا تو پروفیسر صاحب بھی ساتھ ہو لئے۔ نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ سوال وجواب کی محفل تھی۔ مَیں نے ان کو ترجمے والے کمرے میں بیٹھنے اور انگلش میں سننے کی سہولت دینا چاہی مگر وہ نہ مانے اور کہا مَیں یہیں ٹھہر کر حضور کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ سوال وجواب اردو میں ہو رہے تھے۔ زبان سے ناآشنا وہ بس محویت سے حضور کا چہرہ دیکھا کئے۔ قطعاً نہ اُکتائے۔ سکون واطمینان سے بیٹھے رہے اور ٹکٹکی باندھ کر حضور کو دیکھتے رہے۔ نہ جانے ان پر اس محفل کا کیا اثر ہوا کہ پھر وہ سو نہ سکے۔

۞......اگلے دن ان کو مکرم بشیر آرچرڈ صاحب سے اسلام آباد (Tilford) میں ملنا تھا اور انٹرویو لینا تھا۔ ہمیں اسلام آباد جانے کے لئے لطیف شاکر صاحب کے ساتھ سفر کرنا پڑا۔ راستے میں شاکر صاحب کو ایئرپورٹ پر کتابیں بُک کروانا تھیں جو ایک فلسطینی طالب علم کو بھجوانا مقصود تھیں۔ شاکر صاحب پانچ منٹ کا کہہ کر چلے گئے۔ وقت گزرتا رہا۔ دس منٹ، پندرہ منٹ، بیس منٹ ہوگئے۔ انتظار طویل ہوتا گیا۔ مجھے فکر ہوئی۔ مَیں ان کے پیچھے گیا تو معلوم ہوا کہ ایئرپورٹ کے افسران ہر بار ان کی پیکنگ کو مسترد کر دیتے تھے کیونکہ یہ پیکنگ ان کے معیار پر پوری نہ اُترتی تھی۔ اس لئے دیر ہو رہی تھی۔ اتنے میں میرے پیچھے پروفیسر صاحب بھی آگئے۔ ان کو معاملے کا پتہ چلا تو انہوں نے نہایت چابکدستی سے دو منٹ میں ان کے معیار کے مطابق پیکنگ کر دی اور یوں پروفیسر صاحب نے اس وقت مشکل آسان کر دی۔ پروفیسر صاحب نے جوانی میں ایک پیکنگ کرنے والی کمپنی میں کام کیا تھا اور ان کو اس پیشے میں خاصی مہارت تھی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص انتظام ہوا کہ پروفیسر صاحب کو ہمارے ساتھ ایئرپورٹ بھجوایا کہ تم جا کر پیکنگ کرو ورنہ کتابوں کی ترسیل ناممکن نظر آتی تھی۔ ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہوئے اپنی منزل کو روانہ ہوگئے۔ محترم بشیر آرچرڈ صاحب سے انٹرویو کے دوران مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ ایک دلچسپ بات بیان کرنے کے لائق ہے۔ پروفیسر صاحب نے بتایا کہ وہ پادری کے بیٹے ہیں۔ بشیر آرچرڈ صاحب نے کہا کہ ان کے والد بھی پادری تھے اور گرجا گھر کے منسٹر تھے۔

۞......ایک ہفتہ لندن میں رہنے کے بعد ہم پاکستان روانہ ہوئے۔ وہاں ان کا مشن زیادہ سے زیادہ لوگوں سے انٹرویو لینا تھا۔ وہ اپنا سفرنامہ لکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے بہت سے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے انٹرویو لئے۔ ایک دن جبکہ ان کو کچھ فراغت ملی تو گھر والوں کے لئے پاکستان کی سوغاتیں اکٹھی کرنے کا خیال آیا۔ پاکستان میں مختلف واقعات بیان کرنے کے قابل ہیں۔ ان کو بچوں کے لئے خریداری کرنا تھی۔ موٹے منکے اور موتیوں والے پنجابی، سندھی اور بلوچی ہار مغرب میں بہت پسند کئے جاتے ہیں۔ ایسے زیورات پاکستان میں عام طور پر فقیر، ملنگ یا دیہاتی لوگ پہنتے ہیں جب کہ مغرب میں ان کی بہت اہمیت ہے اور یہ ماڈرن ہپیوں کا فیشن ہے۔ چنانچہ ہم راولپنڈی کی ایک دکان میں مصنوعی زیورات خریدنے کے لئے نکلے۔ زیورات پسند کر لینے کے بعد ہمیں احساس ہوا کہ ہماری جیب میں رقم پوری نہیں۔ وقت بھی تھوڑا تھا۔ زیورات کی اس دکان پر دوبارہ صرف خریداری کی غرض کے لئے آنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے مَیں نے دوکاندار سے محبت ونرمی سے کہا ’’ہمارے ساتھ کوئی آدمی بھیجو۔ ہم اسلام آباد کے احمدیہ گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ہوئے ہیں تاکہ ہم بقایا رقم ادا کر دیں۔‘‘ دکاندار نے جو کہ ایک نہایت ہی شریف آدمی تھا نہایت خلوص سے کہا: ’’آپ زیور لے جائیے، اسلام آباد میں ہمارا فلاں رشتہ دار ہے اس کے پاس بقایا رقم پہنچا دیجیے۔ مجھے آپ پر کوئی بے اعتباری نہیں‘‘۔ مَیں نے حیران ہوکر اس سے پوچھا ’’تم ہمیں جانتے بھی نہیں۔ ہماری کوئی قدیم دوستی یا جان پہچان یا رشتہ داری وتعلق داری نہیں ہے۔ ہم تمہارے لئے اجنبی گاہک ہیں۔ ہم پر کاہے کو اعتبار کر لیا۔ ہم دونو چونکہ پاکستانی تھے مَیں اس سے اردو یا پنجابی میں گفتگو کر رہا تھا مگر وہ اللہ کا بندہ پروفیسر صاحب کی خاطر اپنے ذہن پر زور دے دے کر ٹوٹی پھوٹی گلابی انگریزی بول رہا تھا جو اس نے پاکستان کی اردو درسگاہوں میں سیکھی تھی۔ اسی پہ وہ بےچارہ خوش ہو رہا تھا کہ اس کی زبان ہم سمجھ رہے تھے اور اسے جواب بھی دے رہے تھے۔ اس نے اصرار سے مجھے کہا کہ ’’آپ میرے پیسے نہیں مار سکتے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ آپ ایسے آدمی نہیں۔ صبح سے شام تک مَیں سینکڑوں گاہکوں کو دیکھتا ہوں۔ آپ کا چہرہ الگ دکھائی دیتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا نہیں۔ آپ کو مَیں پہچان سکتا ہوں۔ میرے پیسے آجائیں گے‘‘۔ ایک عیسائی پروفیسر کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ادنیٰ غلام کی یہ عزت افزائی! اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہوگا۔ پروفیسر صاحب بھی حیران تھے کہ وہ کس دنیا میں کھڑے تھے۔ جس دیس سے وہ آئے تھے وہاں مرّوت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ وہاں چیک، نقد یا پھر بینک کارڈز چلتے ہیں۔ لحاظ کی گاڑی کوئی نہیں کھینچتا۔ وہاں پیسہ بادشاہ ہے۔ پیسہ وزیر ہے۔ پیسہ پیادہ ہے۔ وہاں پیسے کے بہت نام ہیں۔ محبت، مروّت، خوشی، پپتا، سہتا، خودغرضی سبھی ایک چیز سے پہچانے جاتے ہیں۔ اپنے وطن میں پروفیسر صاحب کی معیت میں اس دکاندار کا مجھ جیسے عاجز کے ساتھ یہ سلوک میرے لئے بہت مسرت کا باعث ہوا۔ اس واقعہ نے پروفیسر صاحب کے دل پر گہرے نقوش چھوڑے۔ اسلام آباد پہنچ کر مَیں نے بقایا رقم اس محسن دکاندار کے عزیز کو پہنچا دی۔ اور یوں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے بروقت اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ الحمدللہ۔

۞......دوسری اس سفر کی خاص بات جو مَیں بیان کروں گا وہ قبولیت دعا سے تعلق رکھتی ہے۔ دسمبر کا آخری ہفتہ تھا۔ پروفیسر صاحب کی بیٹی (جو کہ سنگاپور میں فارن افیئرز میں کام کر رہی تھی) کا فون آیا کہ وہ کینیڈا آ رہی ہے اور باپ کو ملنے کی بھرپور خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ کرسمس اُن کے ساتھ منانا چاہتی ہے۔ پروفیسر صاحب کا ابھی اور قیام کا ارادہ تھا۔ اسی حساب سے ان کی ٹکٹ بُک ہوئی تھی۔ بیٹی کا فون سن کر واپسی کا ارادہ کر لیا۔ کرسمس کے دن تھے۔ ساری دنیا میں چھٹیاں ہوتی ہیں۔ بھرے ہوئے جہاز چلتے ہیں۔ یہ مسافروں کا موسم کہلاتا ہے۔ ان دنوں میں سیٹ ملنی بہت مشکل ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے پروفیسر صاحب کو نئی بکنگ کروا کر جلد از جلد گھر واپس جانے کی تمنا تھی۔ ان کی بیٹی کینیڈا آ رہی تھی اس کو ملنے کی بے قراری تھی۔ بیٹی کے ساتھ عام طور پر باپ کو تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اس وقت وہ اپنے وطن سے بہت دُور تھے۔ ان دنوں میں سیٹ ملنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آیا کرتی۔ کرسمس میں دو دن باقی تھے اور پروفیسر صاحب کا مجھ سے اصرار تھا کہ مجھے کسی طور جہاز میں نشست دلوا دو۔ مجھے ہر حال میں واپس جانا ہے۔ وقت کی نزاکت ہم دونو جانتے تھے مگر پھر بھی پی آئی اے (PIA) کے دفتر میں جا پہنچے۔

اس دفتر میں ایک افسر جاوید صاحب میرے شناسا تھے۔ان کے آگے مَیں نے ٹکٹ رکھتے ہوئے عرض کیا ایک نشست کا سوال ہے۔میرے اس پردیسی دوست کی مدد آپ کو کرنا ہوگی۔وہ معذرت کرتے ہوئے کہنے لگے۔آج کل کے رَش میں یہ ممکن ہی نہیں۔ہر جہاز بھرا ہوا ہے ہر طرف fully booked ہے۔مَیں اس وقت آپ کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔جاوید صاحب کے اس کورے جواب پر پروفیسر صاحب نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"Why don't you tell your God to get me a seat ?"

(تم اپنے خدا کو کیوں نہیں کہتے کہ مجھے ایک نشست عطا کردے)

مَیں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔مجھے پریشانی ہوئی۔مجھے جواب سوجھا ہی نہ تھا۔یہ ان کی طرف سے مجھے ایک بڑا چیلنج تھا کہ ہم نہ صرف خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین رکھتے ہیں بلکہ اللہ کو سمیع و مجیب مانتے ہیں۔اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کا درس دیتے پھرتے ہیں۔مجھے پروفیسر صاحب کے اس جملے نے ہلا کر رکھ دیا۔کرسمس میں دو دن باقی، بہت رَش،ٹکٹ ملنے کا سوال ہی نہ تھا، نا امیدی کی کیفیت تھی۔اور پروفیسر صاحب کسی معجزہ کے امیدوار تھے۔

جاوید صاحب نے ہمیں پُرتکلف چائے پیش کی۔چائے کے دوران مَیں نے پھر اپنا مطالبہ دہرایا۔کیا ایک نشست بھی نہیں مل سکتی؟ وہ کہنے لگے ’’آپ ایک نشست کا نام لیتے ہیں مگر آپ کا نام انتظار کرنے والوں کی فہرست میں بھی نہیں آرہا۔ویٹنگ لسٹ کافی لمبی چوڑی ہوتی ہے۔کمپیوٹر نے آپ کا نام قبول ہی نہیں کیا۔مَیں اصرار کرتا رہا، کوشش تو کرو۔ایک طرف پی آئی اے والوں کا صاف جواب تھا تو دوسری طرف پروفیسر صاحب مجھے بار بار کہہ رہے تھے Why don't you tell your God to get me a seat? (تم اپنے خدا کو کیوں نہیں کہتے کہ مجھے ایک نشست عطا کردے) ان کے الفاظ میرے اندر ہلچل مچا رہے تھے۔میرا رُواں رُواں اللہ قادر و توانا سے معجزہ کا طلبگار تھا۔یاالٰہی میں لاکھ گناہ گار سہی تیرے محبوب کا نام لیوا تو ہوں۔اپنے محبوب کے صدقے مجھے بخش دے۔مَیں نے اس زمانے کے امام کو مانا ہے میری لاج رکھ لے اور آج اس غیر مُسلم کے سامنے میری آبرو رکھ لے بظاہر مَیں PIA کے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔لیکن میرا دل و دماغ غفور و رحیم کے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔میری خاموشی درد اور الحاح سے کی ہوئی دعا سوز میں ڈھل رہی تھی۔مَیں امام وقت کا غلام تھا۔مجھ میں اور اس عیسائی میں بہت بڑا امتیاز یہ تھا کہ مَیں زندہ خدا پر یقین رکھتا تھا۔اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے الفاظ نے مجھے حیاتِ نَو دی تھا۔مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اتباع میں خدا تعالیٰ کے پیارے خزانے کو پایا تھا۔اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پر یقین میرا مسلک تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اور امام مہدی کی دعاؤں کی قبولیت کے ہزاروں واقعات میرے سامنے تھے۔مَیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کا طلبگار تھا۔مَیں زیرِ لب دعا میں مصروف رہا۔

تھوڑا سا دعا کا موقع ملا۔ابھی ہم نے چائے کی دوسری پیالی ختم نہیں کی تھی کہ اچانک سُپر وائزر صاحب نہایت تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے اور ہمیں یہ مُژدہ سنایا کہ سِیٹ بُک ہوگئی۔مَیں نے حیران ہوکر پوچھا یہ کیسے ممکن ہو گیا؟ انہوں نے بتایا کہ چالیس افراد پر مشتمل ایک گروہ اکٹھا سفر کرنا چاہتا تھا انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل کردیا ہے۔آپ کے لئے چانس نکل آیا۔خدا تعالیٰ نے مجھ عاجز کی التجا قبول کرلی۔مجھے پروفیسر صاحب کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالیا۔پروفیسر صاحب بھی اس کہانی کو سمجھ چکے تھے۔ان کے پاس اب کہنے کو کیا تھا۔ Why don't you tell your God to get me a seat ? یہ جملہ اب انہوں نے نہیں دہرایا تھا۔وہ خاموش بیٹھے رہے۔قبولیت دعا کا معجزہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ان کے چہرے کے تأثرات ان کے دل کی حالت کی غمّازی کررہے تھے۔ان کی خاموش نگاہیں تشکّر کا نغمہ اَلاپ رہی تھیں۔ان کی روانگی کا دن آپہنچا۔پاکستان سے واپس جاتے ہوئے کراچی ایئرپورٹ پر ہم ان کو خدا حافظ کہنے کے لئے گئے۔پروفیسر صاحب جانے لگے تو مَیں نے ان سے عرض کیا کہ پروفیسر صاحب آپ بھی دعا کیا کریں۔پروفیسر صاحب نے ایک دم سے چیخ کر مجھے جواب دیا:

" I am not going to pray."

(مَیں دعا نہیں کروں گا)۔ مَیں نے ہنستے ہوئے کہا بھئی کیا بات ہے؟ دعا کے لفظ پر آپ کو اس قدر تکلیف کیوں ہوئی ہے؟ آپ ناراض کیوں ہورہے ہیں؟ پروفیسر صاحب نے ایمانداری اور سچائی سے کہا

’’اگر مَیں دعا کروں گا تو مجھے احمدی ہونا پڑے گا جو مَیں نہیں ہونا چاہتا‘‘۔

❁......مذہب کے نام پر پاکستان میں احمدیوں کو ایذا رسانی "Persecution of Ahmadies in Pakistan" کے موضوع پر ان کو ریسرچ کرنا تھی۔اس سلسلہ میں ہم کوئٹہ کے لئے روانہ ہوئے۔کوئٹہ میں مچھ جیل میں ہمارے ایک مخلص بھائی محترم عبدالرحمان صاحب نظر بند ہیں جو کہ کلمۂ طیبہّ کا بیج لگانے کے ’’جُرم‘‘ میں ملوث پائے گئے۔مچھ جیل وہ قید خانہ ہے جس کو maximum security prison کا درجہ دیا گیا ہے۔یعنی اس جیل میں ایسے نہایت خطرناک مجرم رکھے جاتے ہیں جنہوں نے بھیانک جرائم اور وارداتیں کی ہوتی ہیں۔وہیں کلمۂ طیبہّ کا بیج لگا کر پھرنے والا بھیانک مجرم احمدی عبدالرحمٰن بھی شامل تھا۔

کوئٹہ کے امیر جماعت کو ہم نے اپنے آنے کا مقصد اور ارادے کی اطلاع دی۔انہوں نے ہمیں بتایا چونکہ یہ maximum security prison ہے اس لئے غیر ملکیوں کو ملنے کی اجازت نہیں ہوتی۔یہ خبر ہمارے لئے نہایت مایوس کُن تھی۔جس مقصد کے لئے پروفیسر صاحب یہاں تک چل کر آئے تھے وہ پورا ہوتا نظر نہ آتا تھا۔مجھے ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فضل و رحم کی آس رہتی ہے۔ہر مشکل وقت میں خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے مخلصی کا رستہ نکالتا ہے۔مَیں دعا کی قبولیت کی لذّت سے آشنا ہوں۔چنانچہ مَیں نے دل ہی دل میں اپنے مالک کو پکارا۔پھر مَیں نے سوچا تدبیر بھی ضرور کرنی چاہیئے۔اس اطلاع کے باوجود ہم نے سوچا کوشش کرلینے میں کیا حرج ہے۔مَیں اور پروفیسر صاحب امیر صاحب جماعت کوئٹہ اور نائب امیر کی معیت میں مچھ جیل کی طرف گئے۔دعا ہمارا ہتھیار تھا۔ابھی مَیں سوچ ہی رہا تھا کہ پروفیسر صاحب کو محترم عبدالرحمان صاحب سے کس طرح ملوایا جائے۔کیسے وہ ان کا انٹرویو لیں؟ کیونکہ قیدی تک رسائی کی اجازت نہیں ہوگی۔جیل سے کچھ فاصلے پر مَیں نے فوج کے یونٹ کا ایک بورڈ پڑھا۔مَیں خود چونکہ آرمی میں رہ چکا ہوں مَیں نے سوچا شاید کوئی واقفیت نکل آئے اندر جانا چاہیئے۔تجسّس مجھے فوج کے دفتر تک لے گیا۔میری ایک کیپٹن سے ملاقات ہوئی جو کمپنی کمانڈر بھی تھے جس سے مَیں نے اپنا تعارف کروایا۔وہ یوں ملا جیسے برسوں سے جانتا ہو۔نہ جانے کیسے اس کو میرے نام سے شناسائی تھی۔واقعی وہ مجھے جانتا تھا یا صرف مَن گھڑت بات کہہ رہا تھا۔بِن بُلائے مہمان کو دیکھ کر روایتی مہمان نوازی اور عزّت افزائی کررہا تھا۔شاید خدا تعالیٰ کا خاص فضل ملنے والا تھا۔کیپٹن صاحب نے ہمیں چائے پر مدعو کیا۔ہمیں چائے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ہم کسی اور مقصد کو لے کر آئے تھے جس کو پورا کرنے کے لئے مَیں نے اپنا مُدعّا بیان کیا۔کیپٹن صاحب کہنے لگے ’’آپ فکر نہ کریں کام ہوجائے گا پہلے آپ میرے ساتھ چائے پی لیں۔ہم سب لوگ نہایت پُرتکلف چائے سے لُطف اندوز ہوئے۔پھر کیپٹن صاحب نے جیل کے سُپرنٹنڈنٹ صاحب کو فون کیا کہ میرے کچھ دوست آپ کے پاس تشریف لا رہے ہیں ان کو ایک آدمی سے ملنا ہے جو آپ کے پاس زیرِ حراست ہے ان کی ملاقات کروادیں۔ہم نے اس کیپٹن صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور انہیں خدا حافظ کہا جو ہمارے لئے رحمت کا باعث ہوئے اور ہماری اس مشکل کو آسان بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا مجھے ابھی بھی شک تھا کہ شاید جیل کے حکّام پروفیسر صاحب کو محترم عبدالرحمان احمدی سے نہ ملنے دیں لیکن جب ہم جیل کے دروازے پر پہنچے تو ہماری توقع سے بڑھ کر سپرنٹنڈنٹ صاحب بہ نفسِ نفیس دروازے پر ہمارے استقبال کو کھڑے تھے۔ہم سے نہایت تپاک سے ملے۔مَیں نے ان سے کہا، ہمیں محترم عبدالرحمان صاحب سے ملنا ہے جن کو کلمۂ طیبہّ لگانے کے جُرم میں تین سال کی قید ہوئی ہے۔انہوں نے جواب دیا ان کو مَیں جانتا ہوں آپ کی ملاقات ہوجائے گی۔مگر پہلے میرے ساتھ چائے پیئیں۔ہم نے انکار کیا۔بہتیرا کہا ابھی پی کر آرہے ہیں۔مگر ان کا اصرار یہ تھا کہ میرے ساتھ تو نہیں پی۔یہاں بھی پینی پڑے گی۔اور انہوں نے بھی مہمانداری میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

پھر ایک مخصوص کمرے میں محترم عبدالرحمان صاحب کو لایا گیا جو حوالات میں بیڑیوں کے ساتھ قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہے تھے مگر اُس وقت ہمارے سامنے اُن کو بیڑیوں کے بغیر لایا گیا۔اس قید خانہ کا اصول یہ ہے کہ جب کسی مجرم کو ملاقات کے لئے باہر لایا جاتا ہے تو ان کا ایک داروغہ جو ڈی ایس پی کا عہدہ رکھتا ہے وہاں بطور محافظ موجود ہوتا ہے۔خدا تعالیٰ کا ایسا تصرّف ہوا کہ ڈی ایس پی کو بھی ہٹا دیا گیا۔مہربان سپرنٹنڈنٹ صاحب نے داروغے کو عمداً باہر بھیج دیا۔ہم پروفیسر صاحب کے ساتھ محترم عبدالرحمان صاحب کے پاس اُس کمرے میں تقریباً پون گھنٹہ ٹھہرے۔پروفیسر صاحب نے ان کا لمبا چوڑا انٹرویو لیا جس کا انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔پروفیسر صاحب بار باران سے پوچھتے تھے کہ اگر آپ کی تین سال کی قید ختم ہوگئی تو کیا پھر بھی آپ کلمہ لگائیں گے؟ محترم عبدالرحمان صاحب نے جواب دیا:

’’ہاں جتنی دفعہ بھی یہ لوگ مجھے رہا کریں گے مَیں اتنی دفعہ کلمہ کا بیج لگاؤں گا۔کلمہ مَیں نہیں چھوڑ سکتا‘‘۔

کہاں یہ قیاس تھا کہ ہم محترم عبدالرحمان صاحب کو مل نہ سکیں گے۔کہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ غریب کی دعائیں سُن لیں اور ہمارا مقصد اپنے فضل و رحم سے حل فرما دیا۔فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

❁......اسی سفر کے دوران سکھر جیل میں ہم پروفیسر ناصر قریشی صاحب سے ملے جن کو پھانسی کی سزا ہوچکی تھی اور ان کو اندھیری کوٹھڑی میں رکھا گیا تھا۔میرے ساتھ امیر جماعت سکھر محترم عبداللطیف صاحب بھی تھے۔پروفیسر صاحب کو بتایا گیا کہ یہ نہایت مشکل امر ہے کہ ان سے ملا جائے۔یہاں ملنا ممنوع تھا مگر خدا تعالیٰ کی قدرت اور خاص فضل کے نظارے یہاں بھی دیکھنے کو ملے۔دعا کی قبولیت کے ایمان سے بھرے پُر جوش واقعات کو دیکھ کر زندہ خدا کا پتہ چلتا ہے۔

سکھر جیل کے افسران کو ہماری آمد کی اطلاع تھی۔ان سے ہم نے وقت لیا ہوا تھا۔ہم جیل کے حکام سے ملے۔پروفیسر گلٹیری صاحب خود انٹرویو لینے کے لئے اندر نہیں جاسکتے تھے کیونکہ غیر مُلکی ہونے کی وجہ سے ان کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔انہوں نے چالیس سوالات لکھ کر مجھے دے دیئے تاکہ مَیں ان کے جوابات لے آؤں اور ان کی تسلّی ہوسکے۔مَیں اور جیل کا داروغہ پروفیسر قریشی کے cell (کوٹھڑی) کی طرف چل پڑے۔سیل بہت فاصلے پر تھا۔راستے میں ڈی ایس پی نے کہا کہ قریشی صاحب بہت نیک ہیں اور بہت تعریف کی۔داروغہ نے مزید بتایا کہ چند دن پہلے اسی جیل سے مُجرم قیدی سلاخیں توڑ کر بھاگ نکلے۔قریشی صاحب کو بھی آزادی کا موقع میسر آیا مگر یہ نہیں بھاگے۔ان کا جواب تھا کہ مَیں نے کوئی جُرم نہیں کیا۔مجھے فرار کا راستہ اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔اب قاتل اور چور ڈاکو بھاگ نکلے مگر قریشی صاحب نہایت وقار سے وہیں جیل میں بیٹھے مجرموں کی کارروائی دیکھتے رہے۔اس پر مَیں نے جواباً کہا کیا اسی لئے ان کو پھانسی کی سزا دے دی گئی؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ حکومت کا کام ہے اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں۔

لمبا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم پروفیسر قریشی کے سیل تک جا پہنچے۔جنگلہ کھولنے کی اجازت نہ تھی۔مَیں سوال کرتا رہا اور ہمارے یہ اسیرِ راہِ مولا بھائی سُلاخوں کے پیچھے سے نہایت اطمینان وسکون سے جواب دیتے رہے۔ان کی ایمان افروز داستان مَیں لکھتا رہا۔ان کے عزم و حوصلے کو دیکھ کر میرا ایمان جوش مارتا رہا۔چالیس سوالات کو لکھنا وقت چاہتا تھا۔لمبی نشست کے بعد ہم واپس آگئے۔

جب ہم واپس پروفیسر گلٹیری کے پاس آئے تو وہاں سکھر کے امیر صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کے نام پیغام بھیجا ہے کہ سکھر کی مشہور مچھلی محترم پروفیسر قریشی صاحب اسیر راہ مولا کو حضور کی طرف سے بطور تحفتاً دی جائے جو وہ اُس وقت تل کر ساتھ لائے تھے۔یہ ذمّہ داری مجھے سونپی گئی۔دل بہت بے چین ہوا۔مچھلی کیا اس پابند سلاسل کو باہر بھی آنے کی اجازت نہ مل سکی۔بے اختیار مجھ پر غم کے بادل چھا گئے۔میرا رُواں رُواں مجسم دعا بن گیا۔میرے پردیسی خلیفہ جو ہم پر جان چھڑکتے تھے ان کی خواہش کی تکمیل کیسے کروں؟ حضور کی طرف سے بھیجی گئی مچھلی کا تحفہ ان کے پیارے تک کیسے پہنچاؤں۔عجب کیفیت تھی۔حضور کی تمنا پوری کئے بِنا وہاں سے ہلنا نہ چاہتا تھا قانون کی روکیں،تعصب کی ہوائیں، نفرت و عداوت کی دیواریں،لاقانونیت کی بلند و بالا فصیلیں۔اس ماحول میں میری روح تڑپی۔میری آہوں نے ربّ العزت کے حضور جگہ پالی۔میں نے قریب کھڑے ہوئے داروغہ سے مچھلی اندر لے جانے کی بابت

باقی صفحہ نمبر 14 پر ملاحظہ فرمائیں

مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کیسے کیا جائے

(شیراز جمیل احمد۔لندن)

انسان کو زندگی میں وقتاً فوقتاً مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے کچھ انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ مسائل اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں، دوسرے معاشرتی اور معاشی لحاظ سے ایسے بندھنوں میں بندھا ہے کہ مشکلات اور تکالیف زندگی کا مستقل حصہ ہیں۔اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ۔

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے

یہ مشکلات نہ صرف پیشہ ورانہ زندگی میں حائل ہوتی ہیں بلکہ ذاتی زندگی میں بھی ان کا عمل دخل رہتا ہے۔

اس مضمون کے حوالے سے ''مشکل حالت'' سے مراد ایسی حالت ہے:

(1) جہاں معاملہ ایسا ہو جو زندگی میں بہت اہمیت کا حامل ہو۔مثلاً آپ کی ملازمت ،تجارت ،عقیدہ یا اہل و عیال۔یا

(2) جب یوں لگے کہ ہر چیز غلط ڈگر پر چل رہی ہے اور کوئی حل ملنے کی امید نظر نہ آئے۔یہ ایک ایسی حالت ہوتی ہے جب آپ کو لگے کہ آپ ایک اندھیرے بند کمرے میں مجوسی ہو گئے ہوں یا اپنی ساری کشتیاں جلا بیٹھے ہوں۔مثال کے طور پر:

(1) ملازمت میں آپ کے سپرد بظاہر ناممکن کام سپرد کر دیا گیا ہے جس کو پورا نہ کرنے پر آپ زیرِ عتاب آ سکتے ہیں۔

(2) دورانِ تعلیم ایک بہت مشکل پرچہ کی تاریخ قریب آ رہی ہے مگر بیماری کے سبب یا کسی اور وجہ سے آپ کی تیاری قابلِ اطمینان نہیں ہے۔

(3) آپ کے گھریلو حالات صحیح نہیں ہیں گو کہ آپ کو لگتا ہے کہ آپ اپنے تمام فرائض احسن طریق سے سرانجام دے رہے ہیں۔

(4) آپ کو اپنی عام زندگی ،ملازمت یا تعلیم کے دوران اپنے عقیدے کی وجہ سے غیر منصفانہ سلوک کا نشانہ بنایا جا رہا ہو۔

ان تمام مشکلات ،مسائل یا مصائب کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟

یاد رہے کہ یہ بات باعثِ اطمینان ہے کہ بُرا وقت ہمیشہ کے لئے بُرا نہیں رہتا اور مستقبل سے اچھی امیدیں وابستہ رکھنی چاہئیں۔تاہم ان حالات کا سامنا کرنے کا کوئی منظّم طریقہ ہونا چاہیے۔

مصائب سے نمٹنے کے لئے ٹھنڈے دماغ اور تدبر کی ضرورت ہے جو آپ کو بہترین تدبیر سوچنے میں مدد دے۔تین انگریز مصنفین کی مشترکہ کاوش پر مشتمل کتاب A manger's guide to self development میں مشکلات سے نمٹنے کی پانچ صورتیں تجویز کی گئی ہیں اور ہر شخص اپنے حالات کے مطابق تجزیہ کر کے ان میں سے موزوں ترین کا انتخاب کر سکتا ہے۔

:Love it (1)

مشکل کو اپنا لیں

اس مشکل کو اپنا لیا جائے یا حقیقت پسندی سے تسلیم کر لیا جائے۔یعنی خود سے سوال کرنا کہ آپ اس حالت سے کیوں خائف یا فکرمند ہیں اور کس طرح اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔غور و فکر کے بعد شاید آپ اس نتیجے پر پہنچیں کہ حالات اتنے بُرے نہیں ہیں یا پھر اس مشکل کے بارے میں نئے نقطہ نظر سے سوچیں تو شاید کوئی مثبت پہلو عیاں ہو۔مثلاً اگر دورانِ ملازمت آپ کو کسی نئے شعبے میں منتقل کیا جا رہا ہے تو آپ اس کو مصیبت سمجھ کر اپنی پریشانیوں میں اضافہ کر سکتے ہیں۔یا مثبت پہلو دیکھ سکتے ہیں کہ نئے شعبے میں آپ کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا جس سے ترقی کے امکانات بڑھ سکتے ہیں۔

:Leave it (2)

اس مشکل یا مسئلے سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔

خود سے پوچھیں کہ کیا آپ اس مشکل یا ذمہ داری سے کنارہ کشی اختیار کر سکتے ہیں اور اگر آپ ایسا کریں تو اس کے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔کیا اس فعل کے نقصانات اس مشکل میں پھنسے رہنے کے فوائد سے زیادہ ہیں۔کیا آپ اپنی صلاحیتوں کو کہیں اور جا کر بہتر رنگ میں استعمال کر سکتے ہیں۔مثلاً اگر آپ اپنی نوکری یا دفتر کے ماحول سے خوش نہیں ہیں تو کیا آپ نوکری چھوڑ کو کوئی اور تعمیری کام کر سکتے ہیں۔یا اگر آپ کو اپنی سرمایہ کاری پر نقصان ہو رہا ہے تو بہتر نہ ہوگا کہ آپ سرمایہ نکال لیں تا مزید نقصانات سے بچ سکیں؟

:Live with it (3)

مشکل کے ساتھ گزارا کریں۔

تاوقتیکہ حالات بدل نہیں جاتے۔ہو سکتا ہے کہ اگر آپ کچھ عرصہ حوصلے سے کام لیں تو کوئی اور اچھا موقع آپ کے دروازے پر دستک دے یا آپ کو کوئی حل سوجھ جائے۔مگر آپ کو اندازہ لگانا ہوگا کہ بغیر کچھ کئے آپ کتنے عرصے تک گزارا کر سکتے ہیں یا کوئی ایسا دفاعی قدم اُٹھا سکتے ہیں جس سے آپ ہونے والے نقصان کی شدت کو کم کر سکتے ہیں۔کبھی کبھی کچھ کرنے سے حالات مزید خراب ہوتے ہیں اور کبھی کچھ نہ کرنے کے باوجود حالات آپ کے حق میں بدل جاتے ہیں۔

مثلاً اگر آپ کے افسر یا انچارج کا رویّہ درست نہیں ہے تو کچھ عرصہ حوصلے سے کام لیں۔ہو سکتا ہے کہ آپ کی کارگزاری دیکھ کر اس کا رویّہ بدل جائے یا آپ کو اپنی پسند کی نوکری مل جائے۔فوراً نوکری چھوڑ دینا اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔

:Change it (4)

مشکل حالت کو بدل ڈالیں۔

اپنی مشکل کا بغور جائزہ لیں اور سوچیں کہ اگر آپ کے پاس جادو کی چھڑی آ جائے تو آپ کیا کریں گے۔کیا آپ نے ہر طرح کی تدبیر سوچ لی ہے۔کسی ایسے کامیاب شخص کے بارے میں سوچیں جس سے آپ مرعوب ہوں کہ وہ اس مسئلے سے کیسے نپٹتا تھا۔مثلاً اگر آپ قرض دار ہیں اور خراب مالی حالت کی وجہ سے مشکل میں ہیں تو کیا آپ پارٹ ٹائم جاب یا اوور ٹائم کر کے کوئی بہتری لا سکتے ہیں یا کسی ذریعہ سے بلا سود قرض حاصل کر سکتے ہیں جس سے پرانے حساب بیباق کر سکیں۔یا اگر آپ کھیل کے میدان میں ناکامی کا شکار ہیں تو کسی تجربہ کار کھلاڑی سے مشورہ لیں یا اپنی ورزش اور پریکٹس کے معمولات پر نظر ثانی کریں۔

:Change yourself (5)

اپنے آپ کو بدل ڈالیں۔

کہیں مسئلے کی وجہ آپ خود تو نہیں ہیں؟ یا آپ کا کوئی دقیانوسی خیال۔جیسے خود کو بڑا معزز، یا ہر دلعزیز سمجھ بیٹھنا۔یہ درست ہے کہ کچھ چیزیں سمجھوتے کے قابل نہیں ہوتیں مگر کیا یہ واقعی ایسی ہی چیز ہے؟ مثلاً اگر معاملہ گھریلو حالات سے تعلق رکھتا ہے تو اپنے رویّے پر غور کیجئے اور چھوٹی موٹی باتوں میں درگزر سے کام لیں۔اسی طرح اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں حقیقت پسندی سے کام لیں اور کسی ایسے مقام کی توقع نہ کریں جس کے آپ لائق نہ ہوں۔اگر بے روزگار ہیں تو عارضی طور پر کسی توقع سے کم ملازمت پر اکتفا کریں۔

تاریخِ اسلام اور مشکلات و مصائب

اس سے پہلے کہ ہم جائزہ لیں کہ اسلام ہمیں مشکلات سے نمٹنے کے کیا خاص گُر بتاتا ہے۔یہ ذکر دلچسپی کا باعث ہوگا کہ اسلام کی تاریخ میں مندرجہ بالا طریقے پہلے ہی سے مستعمل نظر آتے ہیں۔سوائے دینی معاملات میں کنارہ کشی کے طریق کے۔جیسا کہ درج ذیل جائزہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

1۔مشکل یا مصیبت کو اپنا لینا

خدا کے فرستادے خدا کی راہ میں کسی بھی تکلیف یا مصیبت کو خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں اور اپنے لئے ایک اعزاز سمجھتے ہیں۔اس طرح بظاہر ناممکن نظر آنے والی ذمہ داری کو بطریق احسن پورا کرتے ہیں۔

الف۔قرآن کریم میں درج ہے کہ جو بارِ امانت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا اگر زمین اور آسمان کے پہاڑوں پر اُتارا جاتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتے۔(دیکھئے سورۃ الاحزاب:73)

اس ذمہ داری کا احساس اس شدت سے تھا کہ آپ نے عملی طور پر بھی اور دعاؤں کے ذریعے بھی مخلوق کو عذاب سے بچانے کے لئے اس حد تک تگ و دو کی کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ 'پس کیا تُو شدت غم کے باعث ان کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں'۔(کہف:7)

ب۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور میں جب لیکھرام کی ہلاکت کی پیشگوئی پوری ہوئی تو شریر آریوں نے حضور کے خلاف اکسانا شروع کیا۔ایک موقعہ پر ایک ساتھی کی تشویش کے اظہار پر فرمایا۔

''میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشی میں سونے چاندی کے کنگن پہن لیتے ہیں، ہم سمجھیں گے کہ ہم نے خدا کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔''

اسی طرح مقدمہ کرم دین کے دوران ڈر پیدا ہوا کہ ہندو، جج کے ساتھ مل کر حضور کے خلاف سازش میں مصروف ہیں تو اس موقع پر فرمایا۔

''مَیں کیا کروں۔مَیں نے اپنے تئیں خدا کے سامنے پیش کیا ہے کہ مَیں تیرے دین کی خاطر اپنے ہاتھ اور پاؤں میں لوہا پہننے کو تیار ہوں۔''

ج۔حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہیدؓ صاحب، حضرت مسیح موعودؑ کے وہ برگزیدہ صحابی تھے جنہوں نے آپؑ کی زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھا دیا اور خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کر دی۔چنانچہ روایت ہے کہ سنگسار کرنے کے لئے جب آپ کو زمین میں گاڑ دیا گیا تو امیر کابل جو ماضی میں آپ کے لئے نرم گوشہ رکھتا تھا آپ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر وہ اب بھی حضرت مسیح موعود کا انکار کر دیں تو وہ انہیں بچا لے گا۔مگر انہوں نے کمال استقامت سے جب موت سامنے کھڑی تھی ایمان کو جان اور عیال و اطفال پر فوقیت دی۔

2۔مشکل یا مسئلے سے چھٹکارا

خدا کے انبیاء اور ان کے خلفاء خدا کے عطا کئے ہوئے مرتبوں اور ذمہ داریوں سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتے چاہے اس کے نتیجے میں کتنی ہی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے۔

(الف) قریش مکّہ نے جب حضرت ابوطالب کے ذریعے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دولت ،اقتدار اور خوبصورت ترین عورت کے بدلے دعوتِ اسلام سے رک جانے کی ترغیب دی تو آپ کے پائے ثبات میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔

(ب) حضرت عثمانؓ پر جب خارجیوں نے زور ڈالا کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں تو باوجود جان کے خطرہ ہونے کے اس رِدا کو جو خدا نے آپ کو عطا کی تھی خود سے الگ نہ کیا اور شہادت کو قبول فرما لیا۔

تاہم یاد رہے دنیاوی معاملات میں یہ صورت قابلِ قبول ہے۔چنانچہ حضرت مسیح موعود کو اوائل عمر میں اپنے والد کے اصرار پر ملازمت ،مقدمات کی پیروی اور زمینداری کے امور میں حصہ لینا پڑا گو طبعاً آپ ان کاموں سے کراہت محسوس کرتے تھے۔کیونکہ ان سے آپ کے روحانی کاموں میں رکاوٹ پڑتی تھی۔بالآخر کچھ عرصہ بعد آپ کو اپنی خواہش کے مطابق ان دنیاوی کاموں سے چھٹکارا مل گیا۔

3۔مشکل کے ساتھ گزارا کیجئے جب تک حالات بدل نہیں جاتے۔

(الف) 6 ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف کا قصد کیا تو قریشِ مکہ نے اس میں روک پیدا کی اور حدیبیہ کے مقام پر صلح کا وہ معاہدہ تشکیل پایا جسے ہم صلح حدیبیہ کے نام سے جانتے ہیں۔گو کہ معاہدہ کی شرائط اور قریش کا طرزِ عمل بظاہر مسلمانوں کے حق میں نہیں تھا اور صحابہؓ سخت اضطراب کا شکار تھے مگر حضورؐ کی دُور بین نگاہ نے اس معاہدہ کے دُور رس نتائج کو دیکھتے ہوئے Live with it کی صورت پسند فرمائی۔

(ب) حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

''میں نے روم میں وہ مقام دیکھا ہے جہاں مسیح کے ماننے والے اپنے دشمنوں کی سختیوں اور ظلموں سے بچنے کے لئے رہتے.....ہم چند گھنٹوں کے لئے وہاں گئے مگر کئی دوست وہاں ٹھہرنا برداشت نہ کر سکے۔حالانکہ وہ لوگ وہاں کئی سال تک......رہے۔وہ نہایت تنگ و تاریک گیلی مٹی کے غار ہیں۔'' یہاں تک کہ روم کا بادشاہ عیسائی ہو گیا اور انہیں اس مصیبت سے نجات ملی۔

4۔مشکل حالات کو بدل ڈالیں

(الف) غزوہ احد میں مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ستر مسلمان شہید ہوئے اور باقی ماندہ زخمی اور سخت تھکن کا شکار تھے۔یہ مدینہ کے لئے بھی سخت خوف کا وقت تھا کیونکہ ڈر تھا کہ لشکر قریش مسلمانوں کی کمزور حالت کو دیکھتے ہوئے کہیں مدینہ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔آنحضورؐ نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے مسلمان فوج کو تیار رہنے کا حکم دیا اور یہ مجاہدین اس حالت میں بھی ایسے جوش و خروش سے نکلے کہ گویا کوئی فاتح لشکر دشمن کے تعاقب میں نکلتا ہے۔لشکرِ قریش کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو ان پر ایسا رعب پڑا کہ وہ مکہ واپس لوٹ گئے۔

(ب) حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو جب مخدوش حالات کی وجہ سے 1984ء میں لندن ہجرت کرنا پڑی

تو خدشہ پیدا ہوا کہ آپ کی غیر موجودگی کی وجہ سے کہیں آپ کا رابطہ پاکستان کی جماعت سے کمزور نہ ہو جائے۔آپ نے جماعت سے رابطے مضبوط کئے اور مواصلاتی نظام کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے کیسٹس اور وڈیوز کے ذریعے خطبات کی اشاعت جاری رکھی۔آپ کی ہجرت کے دس سال بعد M.T.A کا قیام عمل میں آیا جس کے نتیجے میں خلیفۂ وقت کا رابطہ ہر فردِ جماعت کے ساتھ گھر گھر قائم ہوگیا۔

5-اپنے آپ کو بدل ڈالیں

(الف) صحابہ کرامؓ کی زندگی کا سب سے زیادہ مشکل وقت وہ تھا جب آنحضورؐ کی وفات ہوئی ان پر صدمے کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ بعض سے بولا اور چلا بھی نہیں جاتا تھا اور بعض اپنے حواس اور عقل کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بعض چند دن میں گھل گھل کر فوت ہوگئے۔حضرت عمرؓ نے آپ کی وفات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور تلوار لے کر کھڑے ہوگئے۔دوسرے صحابہؓ کو بھی لگا کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں اور سمجھنے لگے کہ حضرت موسیٰ کی طرح آنحضورؐ بھی 40 دن میں لوٹ آئیں گے۔حضرت ابوبکرؓ نے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیا اور قرآن کریم کی آیت سے ثابت کیا کہ حضورؐ اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے ہیں اور خدا کی توحید کی غیرت دلا کر صحابہؓ کو اس تکلیف دہ حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا اور یوں اسلام کو انتشار سے بچایا۔

(ب) حضرت مسیح موعودؑ نوجوانی سے ہی خلوت کی زندگی پسند فرماتے تھے تا اپنا وقت عبادتِ الٰہی اور مطالعہ میں گزار سکیں۔اپنے والد صاحب کے اصرار پر دنیاوی امور اور ملازمت میں کچھ عرصہ حصہ لیا۔1868ء میں اپنے والد صاحب کو پیغام بھیجا۔"میں چاہتا ہوں کہ باقی عمر گوشۂ تنہائی اور کنجِ عزلت میں بسر کروں۔" کہاں یہ خلوت نشینی کہ مسیتڑ اور (شرمیلے پن کی وجہ سے) 'دلہن' کہلائے اور کہاں ماموریت کے بعد کا وقت کہ خدا سے پائی ہوئی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے خود کو یکسر بدل دیا۔کئی شہروں کے دورے کئے، مباحثات میں شرکت کی، ہر ایک مذہب کے ماننے والوں کو للکارا اور یہاں تک کہ قیصرۂ وقت کو بھی اسلام کا پیغام پہنچایا۔

مشکلات سے نپٹنے کا دینی نقطۂ نظر

مضمون کا پہلا حصہ مشکل حالات سے نمٹنے کا ایک مؤثر اور منظّم طریقہ ہے تاہم یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس مضمون کو اخذ کرنے کے لئے مینجمنٹ کی جس کتاب سے مدد لی گئی ہے اس کے مصنفین زورِ دعا سے ناآشنا، تعلقِ خدا سے بے بہرہ اور تقویٰ اور قوتِ ایمان سے لاعلم ہیں۔

اسلام محض تدبیر اور تجزیے پر بھروسہ کرنے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ مصائب سے مقابلے اور مشکلات سے بچنے کے لئے روحانی گُر بتاتا ہے۔آیئے ان میں سے چند ایک کا جائزہ لیں۔

1-دعا

زورِ دعا کو جاننے والے اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے۔دعا وہ ہتھیار ہے جس کے آگے تمام مشکلات ہیچ ہیں۔دعا خود بھی کرنی چاہئے اور امام وقت کی دعائیں بھی حاصل کرنی چاہئیں۔

(الف) ہجرت مدینہ کے بعد 7 ہجری میں کفار نے اسلام کے خلاف جنگ کا بہانہ ڈھونڈا اور ایک ہزار نفوس، 7 سو اونٹوں اور سو گھوڑوں کے ساتھ سامانِ حرب سے آراستہ ہو کر بدر کی وادی میں ڈیرے ڈال دیئے۔اس کے مقابل پر مسلمانوں کی 313 نفوس کی فوج کے ساتھ صرف 7 اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔اسلام کی تاریخ میں یہ نہایت نازک موڑ تھا اور بظاہر تعداد، سامانِ حرب اور وسائل کے لحاظ سے مسلمان نہایت ہی کمزور نظر آتے تھے مگر آنحضورؐ کی پُر رقت دعا "اے میرے مالک! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہوگئی تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا۔" نے عرش پر قبولیت کا درجہ پالیا اور مسلمانوں کو اس جنگ میں عظیم الشان کامیابی عطا ہوئی۔۔

(ب) حضرت مسیح موعودؑ نے ایک صاحب کو جو سخت مالی مشکلات میں مبتلا تھے ایک نظم "ہجوم مشکلات میں کامیابی حاصل کرنے کا طریق" عطا فرمائی۔اس نظم میں جو گُر بتائے گئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

2-تعلق باللہ اور توکّل علی اللہ

اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس پر توکّل ایسا لعل بے بہا ہے کہ اس کو پانے والا ہر مشکل اور ضرورت سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور ایسے اشخاص کا خدا خود متکفل ہو جاتا ہے اور انہیں ایسی ہمت عطا فرماتا ہے کہ مصیبت اور آزمائش کے موقعہ پر بھی یہ لوگ خدا کی رضا میں راضی رہتے ہیں۔

(الف) ہجرت مدینہ کے موقعہ پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے مکہ میں جنوب کی طرف غارِ ثور میں پناہ لی۔روایت ہے کہ آپ کی تلاش میں قریش اس قدر قریب پہنچ گئے کہ ان کے پاؤں غار کے اندر سے نظر آتے تھے اور ان کی آواز سنائی دیتی تھی۔یاد رہے کہ یہ بہت سنگین حالات تھے اور قریش مکہ آپ کی جان کے درپے ہوگئے تھے۔اس موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ کی گھبراہٹ اور تشویش کے جواب میں فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی ہرگز فکر نہ کرو۔اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(ب) حضرت مسیح موعودؑ کے والد کی وفات کے موقعہ پر بشریت کے تقاضا کے ماتحت ایک لحظہ کے لئے آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ ذرائع جو حضرت والد صاحب کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھے ان کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے نہ معلوم کیا کیا مشکلات پیش آئیں۔اسی وقت آپ کو یہ الہام ہوا اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔

چاہیے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سر جھکا بس مالک ارض و سما کے سامنے

3 تقویٰ

کسی مشکل یا مسئلے کے حل کے لئے جو بھی تدبیر اختیار کی جائے وہ تقویٰ کے معیار پر پوری اترنی چاہیے تاکہ تائیدِ الٰہی اس میں شامل ہو۔

(الف) جنگِ بدر کے موقعہ پر حالات کی سنگینی اور مسلمانوں کی بے سروسامانی کا ذکر پہلے آچکا ہے۔روایت ہے کہ جنگ سے پہلے ایک مشرک نے جو اپنی بہادری اور شجاعت میں خاص شہرت رکھتا تھا اپنی خدمات پیش کیں تو حضورؐ نے دو مرتبہ یہ فرما کر ردّ کر دیا کہ میں اس جنگ میں کسی مشرک سے مدد نہیں لینا چاہتا۔بالآخر وہ ایمان لے آیا اور فوج میں شامل ہوگیا۔

(ب)-حضرت مسیح موعودؑ نے تمام دنیاوی اور دینی مقدمہ جات میں ہمیشہ تقویٰ کو مقدم رکھا اور وکیلوں کے مشوروں کے خلاف ہمیشہ راستی سے کام لیا۔چنانچہ کبھی نماز پڑھتے پڑھتے مقدمے کی کارروائی سے غیر حاضر ہوگئے تو کبھی مقدمے کی پیروی میں مخالفین کے حق میں بیان دیا۔مقدمہ ڈاکخانہ میں وکلاء کے مشورہ کے برخلاف سچا بیان دیا اور فتح پائی۔اسی طرح مقدمۂ اقدام قتل میں جب آپ کے وکیل مولوی فضل دین صاحب نے مولوی محمد حسین بٹالوی جو آپ کے خلاف جھوٹی گواہی دینے آئے تھے، کے نسب اور کردار کے متعلق سوال کرنا چاہا تو آپ کھڑے ہوگئے اور اپنے وکیل کو اس سوال کی اجازت نہ دی۔

چاہیے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے
راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

4 صبر اور شکر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی اسی کی ہے جو تکلیفوں اور دکھوں کے دوران صبر کرنے والے ہیں (البقرہ:178) اسی طرح ان لوگوں کے لئے بہترین انجام کی خبر ہے جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی خاطر صبر کیا۔(الرعد:23)

اسی طرح "ہر حال رنج و راحت اور عُسر و یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ سے وفاداری" اور بہر حالت راضی بقضا" ہونا بیعت کا حصہ ہے۔

(الف) حضرت خباب بن اَرتؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضورؐ سے اپنی تکلیف کا ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایسے انسان بھی گزرے ہیں جن کے سر آرے سے کاٹ دیئے جاتے اور بعض اوقات لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ لیا جاتا لیکن یہ ظلم ان کو اپنے دین سے نہ ہٹا سکا۔

(ب) جب آنحضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم بیمار ہوئے اور جان کنی کی حالت ان پر طاری ہوئی تو آنحضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا۔آنکھیں آنسو بہاتی ہیں دل غمگین ہے مگر ہم وہی کہیں گے جس پر ہمارا رب راضی ہے۔

ایسا ہی واقعہ حضرت مسیح موعودؑ کے صاحبزادے حضرت مرزا مبارک احمد کی وفات پر ہوا جب آپ نے حزیں دل کے ساتھ فرمایا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

خلاصہ

مشکلات و مصائب زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔مشکل وقت میں ٹھنڈے دل اور تدبر سے اپنے حالات کے مطابق حل تلاش کرنا، اپنی تدبیر کو بھرپور دعا اور خدا کے ساتھ مضبوط تعلق سے کارگر بنانا اور کسی بھی صورت میں تقویٰ اور صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ان سے نجات کے یقینی راستے ہیں۔

☆......☆......☆

بقیہ: مروّجہ اناجیل اور عیسائیت میں خلافِ واقعہ روایات شامل ہوچکی ہیں

......ازصفحہ 4

سے کم عمر کے تمام لڑکوں کا قتل عام کر دیا جائے، تاریخ سے ثابت نہیں (صفحہ 108)۔

لیکن معذرت خواہانہ رویہ اپناتے ہوئے لکھا ہے کہ ان تمام تضادات کے باوجود کسی عیسائی کے اعتقاد میں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے (صفحہ 118)

۞......**مصنف نے کتاب کے پہلے باب میں یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ متی اور لوقا کی اناجیل میں حضرت مسیح کے شجرہ نسب میں ناقابل فہم حد تک واضح تضادات موجود ہیں۔**

چنانچہ متی نے یسوع مسیح کے شجرہ نسب میں 42 نام بیان کئے ہیں۔مردوں کے ناموں پر مشتمل اس صلبی سلسلہ میں ایسی چار عورتوں کے نام بھی شامل ہیں جو نہ صرف گناہ آلود زندگی گزارتی تھیں بلکہ وہ غیر یہودی تھیں۔جبکہ شجرہ نسب بظاہر حضرت داؤدؑ سے چلتا دکھائی دیتا ہے۔

اس کے برعکس لوقاؔ نے مسیح کے شجرہ نسب میں 76 نام بیان کئے ہیں جن میں سے بیشتر نام متیؔ کے بیان کردہ شجرہ سے بالکل مختلف ہیں۔یہاں تک کہ حضرت مریمؑ کے شوہر یوسفؔ (نجار) کی ولدیت تک مختلف بیان کی ہے۔ان تضادات کی وجہ کیا ہے؟ یہ ایک ایسا عقدہ لاینحل ہے جس کی وجہ معلوم کرنے کی کوششیں سعیِ لاحاصل کے سوا کچھ نہیں ہوسکتیں۔

چنانچہ صفحہ 8 پر لکھتے ہیں کہ:

"It seems to me utterly futile to formulate hypotheses on this matter."

آپ کے نزدیک متی اور لوقا دونوں نے ازخود کچھ سوچ کر یہ "نسب نامے" علامتی طور پر ترتیب دیئے ہوں گے۔جبکہ یوحنؔا نے اپنی انجیل کو نسب نامے کی اس بحث سے کلیتاً آزاد رکھتے ہوئے مسیح کو ازلی ابدی بیان کیا ہے۔(صفحات 12-11)

۞......جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ اگر یسوع مسیح خدا تھا تو پھر کس طرح لوقا کی انجیل کے مطابق وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ دیگر بچوں کی طرح "بڑا ہو رہا تھا اور طاقتور ہو رہا تھا، اور حکمت سے معمور ہو رہا تھا" اور "علمی صلاحیت میں اور جسمانی طور پر دن بدن بڑھتا رہا" (لوقا۔باب 2 آیات 40 و 52) کیونکہ "خدا" کی علمی صلاحیت، حکمت اور طاقت میں دن بدن اضافہ اور جسمانی افزائش کا بیان بھی تو خدا تعالیٰ کی توہین ہے۔اس کی کوئی معقول تشریح یا توجیہ پیش کرنے کی بجائے پوپ بینیڈکٹ شانزدہم نے ان الفاظ میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے کہ:

"It becomes quite apparent that he is true man and true God, as the Church's faith expresses it. The interplay between the two is something that we cannot ultimately define. It remains a mystery…"

یعنی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کلیسیا کے عقائد کے مطابق وہ ایک انسان بھی ہے اور خدا بھی۔ان دونوں حیثیتوں کے باہمی تعامل کی نوعیت کا تعین کرنے سے ہم کلیتاً قاصر ہیں، ہنوز یہ ایک سربستہ راز ہے۔(صفحہ 127)۔

گویا بقول شاعر ع

اک معمّہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا !

بانیِ جماعت احمدیہ **حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:**

"عیسائی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے مذہب کے اصول و فروع اچھے نہیں۔ایک انسان کو خدا بنانا ٹھیک نہیں۔اس زمانہ میں فلسفہ اور طبعی اور سائنس کے علوم ترقی کر گئے ہیں اور لوگ خوب سمجھ گئے ہیں کہ مسیح بجز ایک ناتواں اور ضعیف انسان ہونے کے اقتداری قوت اپنی اندر نہ رکھتا تھا اور یہ ناممکن ہے کہ ان علوم کو پڑھ کر، خود اپنی ذات کا تجربہ رکھ کر اور مسیح کی کمزوریوں اور ناتوانیوں کو دیکھ کر یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ خدا تھا؟ ہرگز نہیں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 348۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

☆☆☆☆☆☆

بقیہ رپورٹ دورۂ ڈنمارک از صفحہ نمبر 20

بقیہ رپورٹ دورۂ ڈنمارک از صفحہ نمبر 20

ایک حصّہ مسجد سے آگے ہے اس لئے ہال میں دیوار کے ساتھ ایک نشان لگا دیا گیا ہے تا کہ اس سے پچھلی صفوں میں نماز پڑھی جائے۔ اس پر حضور انور نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ صرف نشان لگانا کافی نہیں بلکہ باقاعدہ سامنے ایک روک ہونی چاہئے کہ اس سے پیچھے ہی رہنا ہے۔ بعدازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیرونی اطراف سے بھی عمارت کا معائنہ فرمایا اور امیر صاحب ڈنمارک سے مختلف امور کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ اس کے بعد حضور انور ان عمارات کے اُس حصّہ میں تشریف لے آئے جہاں Basement میں آٹھ دفاتر اور ایک بڑا ہال تعمیر کیا گیا ہے۔ دفاتر کے معائنہ کے بعد حضور انور ہال میں تشریف لے آئے جہاں خواتین حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد کی منتظر تھیں۔ خواتین نے اپنے پیارے آقا کا دیدار حاصل کیا اور بچیوں کے گروپ نے کورس کی شکل میں دعائیہ نظمیں اور خیر مقدمی گیت پیش کئے۔ حضور انور قریبًا پچیس منٹ یہاں رونق افروز رہے۔ اس دوران بچیاں نظمیں پڑھتی رہیں اور خواتین شرف دیدار سے فیضیاب ہوتی رہیں۔ حضور انور نے از راہ شفقت تمام بچیوں کو چاکلیٹ عطافرمائیں۔

بعدازاں حضور انور نے گیسٹ ہاؤس کا معائنہ فرمایا اور پھر اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

پروگرام کے مطابق نو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد نصرت جہاں تشریف لا کر نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی حصّہ میں تشریف لے گئے۔

....

احمدیہ مشن ڈنمارک کی مختصر تاریخ

ڈنمارک میں جماعت کے مشن کی ابتدا ستمبر 1958ء میں ہوئی جب مکرم سیّد کمال یوسف صاحب مبلغ سلسلہ سویڈن سے پہلی مرتبہ ڈنمارک پہنچے۔ اُس وقت جماعتی تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے لوگوں سے لفٹ لے کر اپنا سفر مکمل کیا۔ کچھ دیر یوتھ (youth) ہوسٹل میں رہے۔ بعد میں فیملی گیسٹ کے طور پر مختلف مکانوں میں رہے۔

ڈنمارک کے پہلے مقامی احمدی عبد السلام صاحب میڈسن (مرحوم) تھے۔ انہوں نے 1958ء میں بیعت کی۔ انہوں نے قرآن کریم کا ڈینش زبان میں ترجمہ کیا اور اعزازی مبلغ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں سکنڈے نیویا کی سب سے پہلی مسجد ''مسجد نصرت جہاں'' کا سنگ بنیاد 06 مئی 1966ء کو رکھا گیا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے مکرم چوہدری سَر محمد ظفر اللہ خان صاحب، چوہدری عبد اللطیف صاحب مبلغ جرمنی، بشیر احمد رفیق صاحب مبلغ انگلستان کی معیّت میں مسجد مبارک قادیان کی اینٹ جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے پہلے سے ہی بھجوائی ہوئی تھی بطور سنگ بنیاد رکھی۔

خواتین نے اس مسجد کی تعمیر کے لئے مالی قربانیاں پیش کیں اور یہ مسجد خواتین کے چندوں سے تعمیر کی گئی۔ مسجد کا نام حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا کے نام پر ''مسجد نصرت جہاں'' رکھا گیا۔ یہ مسجد فن تعمیر کے لحاظ سے منفرد حیثیت کی حامل ہے اور اِس بہترین نمونے نے پورے ڈنمارک میں شہرت حاصل کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پہلے دورہ ڈنمارک میں 21 جولائی 1967ء بروز جمعۃ المبارک کو ''مسجد نصرت جہاں'' کا افتتاح فرمایا۔

مکرم سید میر مسعود احمد صاحب مرحوم مبلغ انچارج ڈنمارک نے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود جگہ کی تلاش اور حصول میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ اس مسجد کی تعمیر پر مجموعی طور پر پانچ لاکھ روپے لاگت آئی۔ یہ تمام رقم احمدی خواتین نے صدر لجنہ مرکزیہ حضرت سیدہ امّ متین مریم صدیقہ صاحبہ کی نگرانی میں اکٹھی کی۔ اکثر نے اپنے سارے کے سارے زیور چندہ میں دے دیئے۔ ابتدا میں رقم کا اندازہ دو لاکھ تھا۔ پھر تعمیر کے ساتھ ساتھ یہ اخراجات بڑھتے رہے اور پانچ لاکھ روپے تک پہنچ گئے۔ لجنہ نے یہ ساری رقم پوری کر دی۔ ''مسجد نصرت جہاں'' ان مساجد میں سے ایک ہے جو خالصۃً خواتین نے اپنے چندوں سے تعمیر کی ہیں۔ قبل ازیں اس ''مسجد نصرت جہاں'' کے ساتھ ایک چھوٹا سا مشن ہاؤس تھا اور ایک مشترکہ کچن تھا اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا دفتر تھا۔ بیسمنٹ (Basement) میں ایک سٹور اور ایک 32 مربع میٹر کا ہال تھا اور دو چھوٹے واش روم تھے۔ دو چھوٹے کمرے تھے ایک خدام الاحمدیہ کے دفتر کے لئے اور دوسرا کمرہ MTA کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس طرح اوپر نیچے ملا کر سارا تعمیراتی رقبہ 201 مربع میٹر بنتا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد کے ساتھ اس ملحقہ تعمیراتی حصّہ کو ختم کر کے ایک بڑے حصّہ پر نئی تعمیرات ہوئی ہیں اور اسی طرح مسجد کے بالمقابل سڑک کے دوسری جانب بھی بڑی وسیع تعمیرات ہوئی ہیں۔ ان تعمیرات میں دو ہالز، بڑی تعداد میں دفاتر، لائبریری، مشن ہاؤس، مربی ہاؤس اور گیسٹ ہاؤس، سٹور اور متعدد واش رومز وغیرہ ہیں جس کی قدرِ تفصیل قبل ازیں گزر چکی ہے۔ اس نئے کمپلیکس کا افتتاح انشاء اللہ العزیز جمعہ کے روز ہوگا۔

....

05 مئی 2016ء بروز جمعرات

....

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صبح سوا چار بجے مسجد نصرت جہاں میں تشریف لا کر نماز فجر پڑھائی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی حصّہ میں تشریف لے گئے۔

صبح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دفتری امور کی انجام دہی میں مصروفیت رہی۔ دو بجے حضور انور نے مسجد نصرت جہاں میں تشریف لا کر نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔ اس دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے امیر صاحب ڈنمارک کو ہدایت فرمائی کہ لجنہ کے ہال کی طرف جانے والے جو دونوں راستے ہیں ایک راستہ پر سیڑھیاں ہیں اور دوسرے راستہ پر ramp ہے۔ ان دونوں راستوں پر دونوں طرف ریلنگ (railing) لگا دیں تا کہ نیچے اترنے میں سہولت رہے۔

مسجد نصرت جہاں کے علاقہ کی میئر اور کونسلرز کی حضور انور کے ساتھ ملاقات

بعدازاں پروگرام کے مطابق سات بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لائے جہاں مسجد کے علاقہ Hvidovre میونسپلٹی کی میئر Won. Helle Adelborg صاحبہ نے اپنے چار کونسلرز Annette Sjobeck صاحبہ، Maria Durhuus صاحبہ، Kenneth F. Christensen صاحب اور Kashif Ahmad صاحب کے ساتھ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی سعادت پائی۔ مؤخرالذکر کاشف احمد صاحب احمدی نوجوان ہیں۔

میئر (Mayor) صاحبہ نے تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ وہ اس مسجد کے علاقہ کی میئر ہیں اور باقی میرے ساتھ اس علاقہ کے کونسلرز ہیں۔

ڈنمارک میں ملکی سطح پر آج رخصت کا دن تھا۔ حضور انور نے میئر صاحبہ سے دریافت فرمایا کہ آج یہاں رخصت کیوں ہے؟ اس پر بتایا گیا کہ آج کرسچن کی رخصت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے تھے۔ اس پر **حضور انور نے فرمایا:** اور کوئی دوسرا ملک تو اس تاریخ کو رخصت نہیں مناتا اور ہمسایہ ملک سویڈن میں بھی آج کوئی ایسی رخصت نہیں ہے۔

حضور انور نے فرمایا: آجکل ریفیوجی کرائسز کی وجہ سے بارڈرز فری نہیں ہیں اور کافی چیکنگ ہو رہی ہے۔ اس پر میئر نے عرض کیا کہ ہمیں بھی اس بات کا افسوس ہے کہ سخت چیکنگ ہو رہی ہے۔

حضور انور نے فرمایا: ہم سب کو متحد ہونا چاہئے اور دنیا کے امن پر اپنا فوکس کرنا چاہئے۔ امن کے قیام سے ہی یہ سب مشکلات دُور ہوں گی۔

میئر نے عرض کیا کہ یہاں احمدیہ کمیونٹی بہت پُر امن ہے۔ بڑے محبت کرنے والے لوگ ہیں۔

اس پر حضور انور نے فرمایا: یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اُس مسیح علیہ السلام کو مانا ہے جو اس زمانہ میں آیا ہے اور جس نے یہ اعلان کیا کہ وہ عیسیٰ مسیح کے نقش قدم پر آیا ہے اور جس طرح پہلے مسیح نے عمل کیا اور تعلیم دی مَیں بھی اسی طرح کروں گا اور میرے ماننے والے بھی اسی طرح کریں گے۔ پس احمدیوں نے چونکہ اس زمانہ میں آنے والے مسیح علیہ السلام کو مانا ہے اس لئے ان کے لئے یہ بات لازمی ہے کہ وہ امن پسند ہوں اور ہر ایک کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آنے والے اور دوسروں کا خیال رکھنے والے ہوں۔

میئر نے عرض کیا کہ کیا حضور انور نے یہ نئی تعمیرات دیکھی ہیں؟ اس پر حضور انور نے فرمایا: میں کل آیا ہوں۔ کچھ وقت کے بعد میں نے یہ ساری نئی تعمیرات دیکھی ہیں۔ آپ سب کا شکریہ کہ آپ نے اجازت دی۔ آج ہم جس جگہ بیٹھے ہوئے ہیں یہ بھی نئی جگہ ہے اور بڑی اچھی ہے ورنہ پہلے تو ایسی جگہیں نہیں ہوتی تھیں۔

میئر نے کہا کہ یہ مسجد بڑی خوبصورت ہے اور میرے خیال میں سکینڈے نیویا کی پہلی مسجد ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا: اپنے فن تعمیر کے لحاظ سے آپ کے ایریا میں یہ خوبصورت بلڈنگ ہے اور یہ بلڈنگ Listed ہونی چاہئے۔ حضور انور نے فرمایا: اب نیچے ایک بڑا ہال بھی تعمیر ہوا ہے۔ آپ اپنا فنکشن بھی یہاں کر سکتی ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ حضور انور آجکل کہاں رہتے ہیں اور دنیا کے ممالک کے دورے وغیرہ کرتے ہیں، حضور انور نے فرمایا: میں آجکل لندن میں رہتا ہوں۔ میں دنیا کے مختلف ممالک میں جہاں پر ضرورت ہوتی ہے دورہ

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
28 London Rd, Morden SM4 5BQ
0044 20 3609 4712

پر جاتا ہوں۔ دنیا بھر میں ہمارے مشن ہیں۔ بعض بہت نئے ہیں اور بعض بہت پرانے ہیں۔ جب نئی مساجد اور سنٹرز تعمیر ہوتے ہیں یا کوئی سپیشل پروگرام، Events ہوتے ہیں تو میں جاتا ہوں۔ گزشتہ سال نومبر میں، مَیں جاپان گیا تھا۔ وہاں ہماری پہلی مسجد کا افتتاح ہوا تھا۔ تو ایسے خاص مواقع پر میں سفر کرتا ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دریافت فرمانے پر میئر نے بتایا کہ اُس کے علاقہ میں 41 کونسلرز ہیں اور علاقہ کی آبادی 55 ہزار ہے اور ان میں سے 35 ہزار ووٹ دینے کے اہل ہیں جن کی عمر 18 سال یا اس سے زائد ہے جو ووٹر لسٹ میں شامل ہیں۔

اس پر حضور انور نے فرمایا: اس کا مطلب ہے کہ آپ کے علاقہ کی آبادی کا تیسرا حصّہ 18 سال کی عمر سے کم ہے۔ اس لحاظ سے آپ کے نوجوان کم ہو رہے ہیں۔ اپنی نوجوان نسل کی تعداد بڑھائیں۔ آپ کو اپنی فیملیز بڑھانی چاہئیں۔

حضور انور نے فرمایا: آپ کا یہ علاقہ بہت اچھا ہے، تازہ ہوا ہے اور خوشگوار فضا ہے۔ ایک اچھا ماحول ہے۔

ایک خاتون کونسلر Maria صاحبہ نے سوال کیا کہ آپ کو اسلام کی تبلیغ اور امن کے قیام کے لئے کیا چیلنج درپیش ہیں اور آپ کی پرسیکیوشن بھی ہو رہی ہے؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: اسلامی ممالک خاص کر پاکستان میں ہمارے خلاف حکومتی طور پر پرسیکیوشن ہو رہی ہے۔ باقاعدہ قانون بنا ہوا ہے۔ ہم اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے، بحیثیت مسلمان عمل نہیں کرسکتے اور اپنے آپ کو مسلمان کے طور پر ظاہر نہیں کرسکتے یہ باقاعدہ قانون بنا ہوا ہے۔

دوسرے ممالک انڈونیشیا، ملائشیا وغیرہ میں حکومتی سطح پر کوئی ایسا قانون تو نہیں ہے لیکن ہمیں کو اپنے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے اور ہم کھل کر تبلیغ نہیں کرسکتے اور اپنا پیغام نہیں پہنچا سکتے۔ لیکن اس کے باوجود ان ممالک میں ہماری کمیونٹی مسلسل بڑھ رہی ہے اور لوگ جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔

افریقن ممالک میں، ساؤتھ امریکن ممالک میں ہماری تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے۔ چیلنج تو ہر جگہ پر ہیں اور یہ گیم کا حصّہ ہیں۔ جب فٹ بال کھیلیں تو کامیابی کے حصول کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے اور دوسری طرف سے مشکلات سامنے آتی ہیں۔ تو جتنا بڑا منصوبہ ہے، ہدف ہے اتنی ہی زیادہ مشکلات ہیں جن کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود ہماری ترقی ہو رہی ہے۔ ہر سال پانچ لاکھ سے زیادہ لوگ جماعت میں شامل ہوتے ہیں اور یہ ساری دنیا سے شامل ہوتے ہیں اور یہ شامل ہونے والے امن پسند لوگ ہیں۔ اگر آپ کا پیغام اچھا ہے، محبت والا ہے تو قبول کیا جاتا ہے۔ اگر اچھا نہ ہوتا تو ردّ کر دیا جاتا۔

لیکن یہ جو شدّت پسند لوگ ہیں اور ان کا جو شدّت پسند پیغام ہے اس نے وقتی طور پر، کچھ حد تک attract کیا ہے۔ لیکن لمبا عرصہ اس کی کشش نہیں رہ سکتی۔ اب جو نوجوان یورپ سے جا کر ان تنظیموں کے ساتھ شامل ہوئے ہیں تو جب کچھ عرصہ بعد ان کو اصل حقیقت کا پتہ چلا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ اب اس صورتحال سے باہر نکلیں۔ لیکن ان کو واپس آنا مشکل لگ رہا ہے۔ اسی تگ و دَو میں یا تو مارے جاتے ہیں اور یہ ان جہادی تنظیموں کے مظالم کا نشانہ بنتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: ہمارا پیغام ایسا ہے کہ لاکھوں لوگ احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ عرب ممالک میں ہماری حکومتی سطح پر بھی اور وہاں کے علماء کی طرف سے بھی مخالفت ہے لیکن اس کے باوجود عرب ممالک میں بھی لوگ احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں۔

ایک کونسلر نے کہا کچھ نہ کچھ تو آپ لوگوں کو خطرہ ہو گا۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: میں پاکستان میں خود بھی قید رہا ہوں۔ مجھ پر یہ الزام تھا کہ ایک بس سٹینڈ کے قریب ایک بورڈ پر قرآن کریم کی آیت کو مٹانے کی کوشش کی ہے جو کہ سراسر غلط تھا تو اس طرح مخالفین بغیر کسی ثبوت کے الزامات لگاتے ہیں اور پھر پرسیکیوشن بھی ہوتی ہے۔

اس پر کونسلر نے عرض کیا کہ یورپ میں رہتے ہوئے میرے لئے ایسی پرسیکیوشن کے بارہ میں سوچنا بھی مشکل ہے۔ یہاں ہم آزاد ہیں مذہبی آزادی ہے، بات کرنے کی، تبلیغ کرنے کی آزادی ہے جس طرح چاہیں بات کرسکتے ہیں اور اپنے اعمال کا اظہار کرسکتے ہیں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: اگرچہ یہاں بات کرنے کی آزادی ہے لیکن آپ Anti-Semitic ایکشن ظاہر نہیں کرسکتے، یہودیوں کے خلاف بات نہیں کرسکتے۔ جرمنی میں یہ قانون ہے کہ تم کسی ملک کے سربراہ کو استہزاء کا نشانہ نہیں بنا سکتے۔

ابھی ترکش صدر کا کارٹون بنایا گیا تو جرمن چانسلر نے کہا کہ یہ قانون کے خلاف ہے۔ چنانچہ جس نے ایسا کیا اُس کے خلاف مقدمہ شروع کر دیا گیا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: یہ بات درست ہے کہ مذہبی آزادی ہے، آزادی رائے ہے، تبلیغ کی، پیغام پہنچانے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر یہ آزادی دوسروں کے جذبات مجروح کر رہی ہے تو اس پر کہیں کوئی حد لگانی پڑے گی۔ کوئی راستہ نکالنا پڑے گا تب ہی امن، رواداری اور بھائی چارہ کا ماحول قائم ہوسکتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: جو بات میں نے آزادی رائے کے حوالہ سے کی ہے اس پر ہر عقلمند آدمی مجھ سے اتفاق کرے گا۔ کیتھولک پوپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی میرے اچھے دوست ماں کے خلاف گالی دیں تو پھر اس کو تیار رہنا چاہیے کہ اسے مکّا پڑے گا۔ عیسائیوں کو پوپ کی بات سُننی چاہئے۔ پوپ لوگوں کے جذبات کی حفاظت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مَیں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ اس پہلو سے اصل عیسائیت کی تعلیم پر عمل کر رہا ہے۔

حضور انور نے فرمایا: مغربی دنیا میں اظہار آزادی کی یہ انتہا ہے کہ دوسرے کا مذاق اڑا دیتے ہیں۔ کارٹون بنا کر مذاق کرتے ہیں اور مسلمان دنیا میں آزادی کے نام پر یہ انتہا ہے کہ ہم اپنے آپ کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے۔ مذہب کے نام پر ایک دوسرے کا قتل و غارت ہو جاتا ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم امن قائم کریں۔

اسلام کہتا ہے کہ دین میں جبر نہیں ہے۔ مذہب کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ مذہب کے حوالہ سے اسی نے ہی فیصلہ کرنا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ ایک دوسرے کا احترام کرے۔ انسانی اقدار اہم ہیں ان کا خیال رکھیں۔ مذہب کا معاملہ خدا کے ہاتھ پر رہنے دیں۔ اگر مذاہب والے ایک دوسرے کو ماریں گے، قتل کریں گے تو پھر کون، کس مذہب پر چلے گا۔ پھر مذہب کا کیا فائدہ؟ ایک دوسرے کو مارتے ہوئے سب مر جائیں گے۔

حضور انور نے فرمایا: اگر ہم اس اصول پر قائم ہوں کہ ہم سب انسان ہیں اور ہم نے انسانی اقدار قائم کرنی ہیں اور ایک دوسرے کا احترام کرنا ہے تو تب دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ حضور کب سے خلیفہ ہیں، حضور انور نے فرمایا کہ مَیں گزشتہ 13 سال سے اس منصب پر ہوں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا: میں 2005ء میں یہاں آیا تھا۔ اُس وقت یہ بلڈنگ نہ تھی۔ اب یہاں نئی تعمیرات ہوئی ہیں۔ یہاں ہماری لوکل کمیونٹی ہے۔ بہت سے لوگ فیملیز انتظار میں ہیں وہ مجھے ملیں گے اور میں ان سے ملوں گا جیسے لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں اور پیاروں سے ملتے ہیں اور آپس میں مل کر خوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح ہماری ملاقاتیں ہوں گی۔

میئر اور کونسلرز کے ساتھ یہ میٹنگ سات بجکر 25 منٹ پر ختم ہوئی۔ آخر پر ان سبھی مہمانوں نے حضور انور کے ساتھ تصویر بنوانے کی سعادت پائی۔

....

انفرادی و فیملی ملاقاتیں

بعدازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے دفتر تشریف لے آئے جہاں پروگرام کے مطابق فیملیز کی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔

آج 25 فیملیز کے 84 افراد نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ ہر ایک نے اپنے پیارے آقا کے ساتھ تصاویر بنوانے کی سعادت پائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کو قلم عطا فرمائے اور چھوٹی عمر کے بچوں اور بچیوں کو چاکلیٹ عطا فرمائیں۔

ملاقات کرنے والی یہ فیملیز ڈنمارک کے درج ذیل علاقوں سے آئی تھیں: Hvidovrf، Broendby، Albertslund، Amager، Aarhus، Copenhagen۔

آج ملاقات کرنے والوں میں بعض فیملیز، خاندان ایسے تھے جو اپنی زندگی میں پہلی بار حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے مل رہے تھے۔ ان کے جذبات، احساسات اور خوشی و مسرت کا اظہار ان کے چہروں سے عیاں تھا۔ سبھی اپنی اس خوش نصیبی اور سعادت پر بے حد خوش تھے کہ آج ان کی زندگی میں پہلی بار ایسا بابرکت دن آیا کہ انہوں نے خلیفۃ المسیح کے قرب میں چند لمحات گزارے۔ اللہ تعالیٰ ان برکتوں اور سعادتوں کو دائمی بنا دے اور ہماری نسلیں بھی ان برکتوں سے فیض پائیں۔ آمین

ملاقاتوں کا یہ پروگرام آٹھ بجکر 25 منٹ تک جاری رہا۔ بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔

سوا نو بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ''مسجد نصرت جہاں'' میں تشریف لا کر نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے رہائشی حصّہ میں تشریف لے گئے۔

..........(باقی آئندہ)

☆......☆......☆

بقیہ: دلچسپ اور ایمان افروز داستان

..........از صفحہ 10

پوچھا کہ یہ مچھلی محض ایک کھانے کا تحفہ ہے جس کو اندر پہنچانا ہوگا۔ اس نے کہا اس کی قطعاً اجازت نہیں۔ کھانے کی کوئی چیز کسی قیدی تک جیل میں نہیں جاسکتی۔ یہ مَیں کسی صورت نہیں کر سکتا۔ میرا مَن بہت دُکھی ہوا۔ خاموش دعا میں مشغول رہا۔ ہم نے دروازے کی طرف چلنا شروع کیا۔ داروغہ مجھ سے اِدھر اُدھر کی باتیں کئے جا رہا تھا۔ میرے قدم بھاری تھے۔ پاؤں آگے کو اٹھنا چاہتے تھے لیکن دل کا درد اُن کو پیچھے کی طرف کھینچتا تھا۔ میرے پیارے امام کی تمنا پوری ہوتی نظر نہ آتی تھی۔ چلتے چلتے بڑے دروازے تک پہنچنے سے پہلے وہ داروغہ مجھ سے خوشامدی لہجے میں بولا۔ میجر صاحب آپ سے مِل کر بہت خوشی ہوئی اگر میرے لائق کوئی اور خدمت ہو تو بتایئے۔ مَیں خود تکلیف میں تھا۔ میں نے اس سے تلخ لہجے میں کہا کہ تم میری کیا خدمت کرو گے۔ معمولی سا مچھلی کا تحفہ میرے امام نے بھجوایا تھا جو تم قریشی صاحب تک پہنچا نہ سکے۔ تمہاری یہاں کیا حیثیت ہے کہ تم کچھ خدمت کرسکو۔ یونہی بناوٹی دعویٰ کرتے ہو۔ بیکار ڈینگیں مارنا اور بڑے بول بولنے سے کیا فائدہ۔ سچا وعدہ کرنا چاہئے کیونکہ تم لوگوں کے پاس اختیار ہی نہیں۔ خواہ مخواہ ریت کے محل تعمیر کرنے سے مجھ پر کسی کا کوئی رعب طاری نہیں ہوتا۔ معمولی سی مچھلی کا تحفہ کھانے سے کیا وہ اُڑ جائیں گے یا جیل سے باہر چلے جائیں گے؟ مَیں دُکھ اور غصے کے مِلے جُلے جذبات میں بولتا چلا گیا۔ نہ جانے میری اس تقریر نے اُس داروغہ پر کیا جادو کیا۔ کہاں وہ صاف انکار کرتا تھا کہاں ایک دم سے عزم اور جرأت سے کہا ''مجھے مچھلی دیں مَیں پروفیسر صاحب کو دے کر آؤں گا۔ ان کو کِھلا کر آؤں گا چاہے میری نوکری جاتی رہے''۔

اُس وقت داروغہ نے یونیفارم پہنا ہوا تھا۔ اُس نے مچھلی کو پتلون کی دونوں جیبوں میں بھر لیا۔ جو بچ رہی وہ کوٹ کی جیب میں ڈال لی اور مجھ سے کہا آپ مجھے دیکھتے رہئے۔ مَیں پروفیسر صاحب کو مچھلی کِھلا کر ہی دَم لُوں گا۔ مجھے اس پر ترس بھی بہت آیا۔ وہ اپنے کام کے اصولوں کی وجہ سے مجبور تھا۔ مگر وہ ہمارے سامنے گیا۔ اس نے پروفیسر صاحب کو مچھلی دی۔ انہوں نے شکریے کے ساتھ قبول کی۔ کچھ کھائی کچھ واپس کر دی اور مَیں خدا تعالیٰ کے فضلوں کے نظّاروں سے لُطف اندوز ہوتا رہا۔ الحمدللہ۔

☆......☆......☆

رسوم و بدعات چھوڑ دو

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ 9 ستمبر 1966ء میں فرمایا:۔

بہت سی قومیں ایسی بھی تھیں جن کا رشتہ اپنی شریعتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کہیں پہلے ٹوٹ چکا تھا اور شریعت کی بجائے من گھڑت بد رسوم اور بدعات شنیعہ میں وہ جکڑی ہوئی تھیں۔ اور یہی ان کا مذہب تھا۔ خودساختہ قیود اور پابندیاں ان کو نیکیوں سے محروم کر رہی تھیں اور ان کی تباہی کا باعث بن رہی تھیں۔ اور انہیں ان کے ربّ سے دور کر رہی تھیں۔ تو فرمایا وَالْاَغْلَالَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ اللہ تعالیٰ کے اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمّی نے ان تمام رسوم اور بدعات کو یکسر مٹا دیا ہے۔ اگر تم قرب الٰہی چاہتے ہو تو رسوم اور بدعات کی بجائے قرآنی راہ ہدایت اور صراط مستقیم تمہیں اختیار کرنا پڑے گا۔ جب تک رسوم و بدعات کے دروازے تم اپنے پر بند نہیں کر لیتے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے تم پر کھل نہیں سکتے۔ (خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 378)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کن معنوں میں آخری نبی ہیں؟

(ماخوذ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

مجلسِ وسوال جواب منعقدہ مورخہ 08/فروری 1987ء بمقام لندن)

ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ لندن میں منعقدہ مجلس سوال و جواب (8فروری 1987ء) سے ایک حصہ ہدیۂ قارئین ہے۔ مکرم منیر احمد شاہین صاحب مربی سلسلہ نے اسے کیسٹ سے سن کر مرتب کیا ہے۔ فجز اہ اللہ احسن الجزء۔

ادارہ الفضل انٹرنیشنل اسے اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کررہا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لئے اس میں مذکور آیات و احادیث کے حوالہ جات شامل کر دیئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ داعیان الی اللہ ان دلائل کو اچھی طرح سمجھ کر دعوت الی اللہ میں ان سے استفادہ کریں گے۔ (مدیر)

8/فروری 1987ء کو منعقدہ مجلس سوال جواب میں شامل ایک غیر احمدی دوست نے سوال کیا کہ:

”مولوی صاحبان سے یہ سُنا ہے کہ مرزا صاحب کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد آخری نبی کہا جاتا ہے۔ اِس بات کی وضاحت فرمائیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

”...... **یہ بات تو ہے ہی غلط کہ نعوذ باللہ من ذالک ہم حضرت مرزا صاحب کو آخری نبی کہتے ہیں۔** بالکل جھوٹ ہے۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ زمانے کے لحاظ سے آخری ہونا کوئی فضیلت کا مقام نہیں ہے۔ یہ بنیادی مسلک ہے۔ اِس پر غور ہو جائے پھر باقی بات ساری سمجھ آجائے گی۔

ہم کہتے ہیں اِنسان کا اِتفاقاً زمانے کے لحاظ سے بعد میں ہونا اَور آخری ہونا کوئی فضیلت کی وجہ نہیں۔ اَگر یہ فضیلت کی وجہ ہو تو سب سے آخری اِنسان جو دُنیا میں مَرے اُس کو سب سے زیادہ معزز ہونا چاہئے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت اشرار النّاس پہ آئے گی۔ (السنن الواردة فى الفتنة للدّانى: باب ماجاء أن السّاعة تقوم علٰى اشرار النّاس۔ دليل الفالحين للطرق رياض الصالحين: مقدمة الشارح باب: باب الخوف)۔

سب سے زیادہ شریر لوگ، بدمعاش اَور گندے لوگوں پر قیامت آئے گی وہ آخری ہوں گے۔ تو آخری اِتّفاقاً گندا بھی ہو سکتا ہے اَور اِتّفاقاً اچھا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن آخری ہونا فی ذاتہٖ کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔ کلاس سے ایک آخری لڑکا نکلتا ہے اُس میں کیا خوبی ہے؟

ہاں مضمون کے لحاظ سے آخری ہو جس کے بعد اَور کوئی نہ آتا ہو۔ مرتبہ کے لحاظ سے آخری ہو، مقام کے لحاظ سے تو یہ ایک ایسی شاندار فضیلت ہے جس کا دُنیا میں کوئی معقول آدمی اِنکار نہیں کر سکتا۔ تو ہماری بحث یہ چلتی ہے دوسرے علماء سے۔

ہم کہتے ہیں کہ اَگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت کے مقام میں آخری ہیں تو ہم سو فیصدی متفق ہیں۔ آنحضورؐ کے بعد کِسی کا مقام ہی کوئی نہیں سوائے خدا کے۔ اللہ اَور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَور اِنسانی مرتبے کے لحاظ سے اَگر اُونچائی کا تصوّر کریں تو سب سے آخر پر حضورِ اَکرم صلی اللہ علیہ وسلم دِکھائی دیں گے۔ اَور اَگر اَولیّت کو مرتبے کے لحاظ سے پہلے سمجھیں تو سب سے اَوّل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دِکھائی دیں گے۔

چنانچہ اَوّل اَور آخر رسولِ اَکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جب قرآن میں یا حدیث میں اِستعمال ہوتا ہے تو مرتبے میں اِستعمال ہوتا ہے نہ کہ زمانے میں، کیونکہ زمانے میں آپؐ اَوّل نہیں تھے۔ اُس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَبھی آدم اپنی تخلیق کی مٹی میں کروٹیں بدل رہا تھا مَیں اُس وقت بھی خاتم النّبیّین تھا۔

(مسند احمد بن حنبلؒ: حدیث عرباض بن ساریہ: حدیث نمبر 16700: جلد 4 صفحہ 127۔ الطبعة الاولٰى: بیروت لبنان)

قرآنِ کریم آپ کو اَوّل قرار دیتا ہے۔ حضرت اِبراہیم علیہ السّلام کے لئے بھی لفظ اَوّل قرآنِ کریم اِستعمال فرماتا ہے۔ تو زمانے کا اَوّل تو بالکل اِتّفاقی حادثات کی بات ہوتی ہے۔ مرتبے کا اَوّل ہونا اَصل مقام ہے۔ پس اَگر ہمارا زور ہی اِس بات پر ہے تو مسیحِ موعودؑ کو آخری کہہ کے ہم حاصل کیا کر سکتے ہیں؟ ہم تو کہتے ہی یہی ہیں کہ اِتّفاقاً آخری ہونا حقیقت میں باعثِ فضیلت ہی نہیں ہے۔

دوسرے ہم یہ کہتے ہیں کہ آخری جہاں جہاں فضیلت کے معنے رکھتا ہے وہاں وہاں ہم سو فیصدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری مانتے ہیں۔ مثلاً کتاب کا آخری ہونا اِن معنوں میں کہ اِس کے بعد کوئی شریعت نازل نہیں ہونی۔ حرفِ آخر ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ آپ کا حکم قیامت تک نہیں ٹوٹے گا۔ حرفِ آخر اِس کو اُردو میں کہتے ہیں۔ last word انگریزی میں کہتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی شخص، کوئی authority ایسی نہ آسکے جو اُس کے حکم کو تبدیل کر دے۔ اُس کی شریعت آخر، اُس کا حکم آخر، اُس کی سُنّت آخر، اُس کا دین آخر! اِن سارے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اَور خاتم النّبیّین مانتے ہیں اَور اُس کے لئے عقلی دلائل رکھتے ہیں۔

تو یہ جھوٹا اِلزام ہے ہم پر، نعوذ باللہ من ذالک، بالکل جھوٹا اِلزام ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کے مقام پر آخری نہیں مانتے۔

ہر عزّت اَور فضیلت کے مقام پر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو آخری مانتے ہیں اَور اِن معنوں میں حضرت مسیحِ موعود علیہ السّلام نے بار بار اپنے دعوے کی وضاحت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں ہم نے تو جو کچھ پایا ہے اُس سے پایا ہے۔

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا

وہ جس نے حق دِکھایا وہ مَہ لِقا یہی ہے

کہ ہم نے تو سب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے پایا ہے اَور اَے خدا! تُو گواہ ہے اِس بات کا کہ اپنی طرف سے نہ ہم کچھ لائے، نہ ہمیں کوئی فضیلت حاصل ہوئی اَور جس نے حق یعنی خدا دِکھایا ہے وہ محبوبِ اَزلی یہی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اَور اِسی مضمون کا شعر ہے۔

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں

وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے

......’اُس نُور پر فِدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں‘۔ مَیں تو محمد مصطفیٰ ﷺ کے حُسنِ اَزل پر، اُس کے نُور پر فِدا ہو چکا ہوں اَور اُسی کا ہو گیا ہوں۔ ’وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے‘۔ وہی ہیں، مَیں ہے ہی کچھ نہیں، میرا وجود ہی اُس کے اَندر مٹ چکا ہے کامل طور پر۔ یہ دعویٰ ہے جس کو نعوذ باللہ من ذالک، گستاخی کا دعویٰ اَور برابر کی نبوّت کا دعویٰ اَور مقابلے کا دعویٰ بنا کر مسلمانوں کو مولوی اِشتعال دِلاتے ہیں اَور اِن بیچاروں کو نہ اَپنے دین کا پتہ نہ کِسی اَور کے دین کا پتہ، اصل بات یہی ہے۔......

خَاتَم کے معنیٰ

خَــاتَم کا معنیٰ جو اَصل لفظ ہے قرآنِ کریم میں اُس کا معنیٰ جماعت احمدیہ مختلف طریقے پر پرکھتی ہے، بتاتی ہے اُن کو اَور یہ دعویٰ کرتی ہے کہ خَاتَم کے ہر معنے پر جو ثابت شدہ ہیں ہم یقین رکھتے ہیں اَور آپ نہیں رکھتے۔ یہ مقابلہ کر رہے ہیں ہم تو مولویوں سے۔ وہ ہماری بات آپ تک پہنچنے نہیں دیتے۔ پاکستان گورنمنٹ نے ساری کتابیں ضبط کر لی ہیں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی بھی اَور اِس مضمون پر جو بھی کچھ لکھا جاتا ہے اُسے ضبط کر لیتے ہیں۔ اَگر ہماری بات بودی تھی، جھوٹی تھی، کھوکھلی تھی تو حکومت کو اپنے خرچ پر ہماری باتیں لوگوں تک پہنچانی چاہئیں تھیں۔ وہ روکیں کیوں ڈال رہے ہیں؟ ڈرتے ہیں۔ پتہ ہے یہ بات پہنچی تو لوگ مان جائیں گے......۔

ایک غیر احمدی مولوی صاحب سے دلچسپ گفتگو

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب ربوہ تشریف لائے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا مگر ایک دفعہ ایسا ہوا۔...... پُرانی بات ہے۔ مَیں خلیفہ اُس وقت نہیں تھا۔...... مَیں نے اُن سے کہا کہ آپ مجھ سے ختمِ نبوّت پہ بحث کرنے کے لئے آئے ہیں پہلے اُصول طے کر لیں۔ کہتے ہیں، کرو۔ مَیں نے کہا مَیں اِس بات پر مناظرہ کروں گا کہ ختمِ نبوّت پر مَیں کامل یقین رکھتا ہوں اَور آپ نہیں رکھتے۔ وہ تو ہڑبڑا اُٹھے۔ یہ اُلٹی بات، مَیں اِن کو مجرم کرنے کے لئے آیا ہوں اَور یہ مجھے کہہ رہا ہے، ملزم کر رہا ہے کہ تم یقین نہیں رکھتے۔ کہنے لگے، کرو مناظرہ!

مَیں نے کہا پہلے آپ مجھے بتائیں کہ وہ کون سا معنیٰ ہے آپ کے نزدیک جس پر آپ سمجھتے ہیں کہ مَیں یقین نہیں رکھتا اَور آپ رکھتے ہیں۔ کہتے ’سب نبیوں کو ختم کرنے والا‘۔ مَیں نے کہا پکّے ہو جائیں اچھی طرح اِس پہ۔ ’پکّے پَیریں‘ کہتے ہیں ناں پنجابی میں۔ کہنے لگے پکّے پَیریں، پکّا ہو گیا اِس بات پہ۔ مَیں نے کہا اَب بتائیں کِس طرح نبیوں کو ختم کیا؟ سب کو کیا؟ کہتے ہاں جی سب کو کیا۔ مَیں نے کہا حضرت عیسیٰؑ اُن میں شامل تھے؟ تھوڑا سا ڈرے، کہنے لگے ہاں تھے شامل۔ مَیں نے کہا ختم کِس طرح کرتا ہے ایک آدمی دوسرے کو؟ یا جسمانی طور پر قتل کرتا ہے یا اُس کا فیض ختم کرتا ہے۔ تیسرا تو کوئی معنیٰ نہیں ختم کا۔ آپ کہتے ہیں کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے نبی گزرے تھے وہ اَپنی موت آپ مَر گئے تھے اَور حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو قتل نہیں کیا اُن کو۔ test case صرف ایک باقی تھا یعنی حضرت مسیحؑ، وہ اِتّفاقاً زندہ رہ گئے تھے۔ اَور حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو ختم کرنے سے پہلے جسمانی معنوں میں آپ ختم ہو گئے۔ اِتنا شیطانی عقیدہ ہے، اِتنا ظالمانہ عقیدہ ہے کہ آپ کے ترجمے کی رُو سے مسیحؑ خاتَم ہیں، نہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مَیں نے کہا آپ اَب یہ سوچئے۔ آپ پہلے پیدا ہوئے ہیں۔ (مسیحؑ بھی پہلے پیدا ہوئے۔) آپ کا ایک بیٹا آپ کے سامنے پیدا ہوتا ہے، آپ کے سامنے فوت ہو جاتا ہے اَور آپ اُس سے چالیس سال بعد فوت ہوتے ہیں تو آپ بعد میں فوت ہوئے ہیں یا وہ بعد میں فوت ہوا ہے۔ پہلے بھی آپ اَور بعد میں بھی آپ۔ یہ ہے خاتمیّت!؟ آپ کا بیٹا آپ کے سامنے پیدا ہوا چند دِن رہ کے مَر گیا وہ کہاں سے خاتَم بن گیا؟ تو حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کا یہ گستاخانہ عقیدہ ہے کہ نام اُن کا خاتَم تھا لیکن تھے مسیحؑ خاتَم۔ کیونکہ ایک وقت میں یہ دو نبی زندہ تھے۔ ایک ختم ہو گیا، (جسمانی معنیٰ جو لے رہے ہیں،) اَور دوسرا ختم نہیں ہوا۔ وہ جاری رہا۔ وہ بہت بعد میں جا کے ختم ہو گا۔ تو خاتم وہ ہو گا جس نے اپنی آنکھوں کے سامنے کسی کو وفات پاتے دیکھ لیا، نہ کہ وہ جو پہلے مَر گیا۔

دوسرا معنیٰ ہے فیض کا، فیض بند کر دیا۔ مَیں نے کہا آپ بتائیے کہ جب اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم موت کے کنارے پہ پہنچ جائے گی، جان کنی کی حالت میں ہو گی، جب اُس کے بچنے نہ بچنے کی باتیں ہو رہی ہوں گی اُس وقت کون آ کے بچائے گا اُس کو؟ مسیحؑ آسمان سے آئے گا اَور بچائے گا کہ نہیں؟ کہتے ہاں۔ مَیں نے کہا فیض کہاں ختم ہوا اُس کا؟ اُس نے تو فیض جاری کر دیا اَپنا اُمّتِ محمدیہ میں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت اُس کے زیرِ اِحسان آگئی۔ اَگر نہ وہ بچاتا تو اُمّت ختم تھی۔ تو محسنِ اعظم کون ہوا؟ فیض رَساں کون ہوا؟ اَور کِس نے فیض قبول کیا؟ جس کی اُمّت کو بچانے والا باہر سے آیا وہ تو ہمیشہ کے لئے اُس کے زیرِ اِحسان آگیا۔ اِتنا ظلم۔ بجائے اِس کے کہ فیض ختم کرتے، اُس کے فیض کے نیچے آپؐ آگئے؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ اَب بتائیے آپ خاتَم مانتے ہیں یا مَیں خاتَم مانتا ہوں؟

کہتے نہیں، نہیں اِس کا ایک اَور مطلب بھی ہے۔ مطلب ذرا سُنیں کیسا عجیب ہے۔ کہتے ہیں بعض دفعہ ایک ذلیل سے آدمی سے بھی فائدے اُٹھا لیتے ہیں لوگ، اُس پر اِحسان کرتے ہیں۔ بادشاہ کسی سے خدمت قبول کر لیتے ہیں اَور اُن کا اِحسان ہوتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو بادشاہ ہیں۔ مسیحؑ سے اُس پہ اِحسان کر کے خدمت قبول کر لی۔

مَیں نے کہا مولوی صاحب فرضی باتوں سے بات نہیں بنے گی۔ ذرا غور سے اِس مضمون کو پھر سوچیں۔ ایک بادشاہ خواہ کتنا عظیم الشان بادشاہ ہو اَگر وہ بھوکا مَر رہا ہو کِسی شکار میں، کِسی جگہ گھوم کر تو کوئی اَدنیٰ سے اَدنیٰ آدمی روٹی کا ایک ٹکڑا دے کر اُس کی جان بچاتا ہے تو وہ محسن بن جاتا ہے اَور ہمیشہ کے لئے وہ بادشاہ اُس کے ممنونِ اِحسان ہوتا ہے۔ کہتا ہے کہ جو مانگو مَیں دیتا ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہانیوں میں، آدھی سلطنت میں شریک کر لیتا ہوں۔ وقت پڑے پر جو خدمت کرتا ہے وہاں خدمت لینے والا زیرِ اِحسان ہوتا ہے نہ کہ خدمت کرنے والا۔ وہ خدمت اَور ہے کہ بادشاہ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اَور آپ ایک سبز پتہ بھی لے کے چلے جائیں تو بادشاہ قبول کرتا ہے۔ یہ تو نہیں کہ اُس کو اِس کا فائدہ پہنچا ہے۔ وہ اِحسان کے طور پر خدمت قبول کرتا ہے۔ آپ یہ مضمون نہیں بیان کر رہے۔ آپ یہ اِیمان رکھتے ہیں کہ اَگر مسیحؑ نازل نہ ہو تو اُمّتِ محمدیہ ختم ہو جائے گی، ہلاک ہو جائے گی۔ اَور اُس کو بچانے والا اُمّت میں سے ایک بھی شخص نہیں۔ مہدیؑ آچکا ہے پھر بھی نہیں بچی۔ پھر بھی مسیح کی ضرورت ہے اَور جب تک وہ غیر قوم کا نبی نہ آئے اُس وقت تک یہ اُمّت بچتی نہیں۔ آپ کہتے ہیں یہ اِحسان ہو گیا۔ اُس پر اِحسان ہو گیا۔...... یہ جو عقیدہ ہے، اُمّتِ محمدیہ کو ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا کرنے والا عقیدہ ہے۔ اَور خاتم مسیحؑ کو مانتا ہے جس کا آخری فیض دُنیا نے دیکھا۔

اَب زمانے کے لحاظ سے بھی دیکھیں! اَگر مسیحؑ آگیا، وہ پرانا مسیحؑ آگیا تو مؤرّخ کیا لکھے گا کہ آخری رسول جس نے بنی نوعِ اِنسان کو عظیم الشّان فیض پہنچایا تھا وہ کون تھا؟ مسیح اِبنِ مریمؑ۔ وہ آیا اَور اُمّت کے دِن پھرے اَور اُمّتِ محمدیہ کو غالب

کرگیا ساری دُنیا پر، فیضِ عظیم عطا کرگیا۔ اِس لئے خاتَم تو پھر وہی بنتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ اِن دو معنوں میں ختم کردیا۔ اَب آپ بتائیے کہ کون ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ لازماً مر چکے تھے اَور ہر نبی مَر چکا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت۔ اِس لئے آپؐ خاتمِ کُل تھے۔

نمبر دو: ہم مانتے ہیں کہ ہر نبی کا فیض بھی ختم ہو چکا تھا صرف ایک نبی کا فیض جاری تھا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تھا اَور قرآنِ کریم کی دوسری آیت خاتمیت کے اِس مضمون کو خود بیان کررہی ہے اَور شک سے بالا بیان کررہی ہے۔ اِس کے بعد آپ کے پاس ہم پر الزام رکھنے کی کیا بات رہ جاتی ہے؟ وہ ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:70)۔ ختمِ نبوّت کا جو اِعلان کرنے والے مولوی ہیں یہ آیت بتاتے ہی نہیں آپ کو، یہ چھپا کر رکھ لیتے ہیں۔ اُن کو پتہ ہے کہ یہ سامنے آئی تو ختمِ نبوّت کا مضمون کھل جائے گا۔ ہمارا سارا دھوکہ فریب ختم ہو جائے گا۔

اِس آیت میں وہ اِعلان ہے جو مَیں نے اَبھی بیان کیا ہے۔ اِس آیت کا مضمون سمجھنے سے پہلے ایک اَور بات بھی سمجھ لیں وہ بھی مَیں نے مولوی صاحب سے کی اَور آپ کے سامنے بھی رکھتا ہوں کہ خاتم کو اَگر اِسم فاعل کے طور پر لیں، دوسروں کو ختم کرنے والا، تو خودکشی کرنے والا تو نہیں ناں بنے گا۔ تمام نبیوں کو ختم کرنے والا اَگر اَپنے آپ کو بھی ختم کرلے پھر تو قصّہ ہی ختم ہوگیا۔ پھر تو تعریف کی بات ہی نہ رہی۔ قاتل دوسرے کو مقتول بناتا ہے۔ ضاربِ دوسرے کو مضروب بناتا ہے۔ مارنے والا دوسرے کو مارتا ہے۔ جو اَپنے آپ کو مارنے لگ جائے وہ تو پھر پاگل پن کا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔ وہ تو تعریف کا مضمون ہی نہیں رہتا۔ وہ آیت جو مَیں نے اَب پڑھی ہے اُس میں وہ جواب ہے۔ وہ آیت بیان فرماتی ہے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ جو کوئی بھی اَللہ کی اَور اِس رسول کی یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت کرے۔ باقی سب نبیوں پر اِیمان لانا فرض، لیکن اِس آیت نے سب نبیوں کی اطاعت کا اعلان کردیا۔ یہ نہیں فرمایا مَنْ يُّطِعِ الرُّسُلَ۔ فرمایا جو کوئی بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اَللہ کے بعد اِس رسول کی اطاعت کرے گا۔ کیا ہوگا اُس سے؟ اَب آپ سوچیے، کیا ہونا چاہئے؟ کوئی جرم کیا ہے اُس نے؟ سزا ملنی چاہئے؟ کیا جواب ہے؟ نہیں، اِنعام ملنا چاہئے۔ جو شخص بھی اَللہ کی اطاعت کرے، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے۔ آگے اِنعاموں کا اَور اَنوار کا دروازہ کھل جانا چاہئے۔

اِس سے پہلے ایک اَور سوال بھی اُٹھا دیتا ہوں اُس پر بھی سادہ دِل سے، صاف دِل سے غور کرلیں۔ پہلے بھی تو لوگ اَللہ کی اَور نبیوں کی اطاعت کیا کرتے تھے۔ اُن کو بھی اِنعام ملا کرتے تھے۔ سب کو ملتے تھے۔ اَب جب اَللہ کہہ رہا ہے کہ جو اللہ اَور اِس نبی کی اطاعت کرے گا اُس کے بعد کیا یہ اعلان ہوگا کہ اُس کو پہلوں سے کم اِنعام ملیں گے یا کم اَز کم اُتنے ملیں گے۔ اَگر کہیں گے کہ کم اِنعام ملیں گے تو پتہ چلے گا کہ سب نبیوں سے کمتر نبی آیا ہے، نعوذ باللہ من ذالک۔ پہلے تمام نبیوں کی پیروی خدا کی پیروی کے بعد ہر قسم کے اِنعامات کا وارث کردیتی تھی۔ مگر قرآن یہ اِعلان کررہا ہے کہ اِس نبی کی پیروی سارے اِنعام نہیں دے گی، کچھ رکھ لے گی اَور کچھ دے گی تو کیا ثابت ہوگا؟ اعلیٰ نبی آیا ہے یا نعوذ باللہ من ذالک کمتر نبی آیا ہے؟

اَب دیکھئے یہ آیت کیا اعلان کرتی ہے۔ پھر مضمون کھل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ اَب صرف یہی لوگ ہوں گے جو اِنعام پانے والوں میں شمار کئے جائیں گے۔ دوسروں کا فیض بند اِس کا جاری۔ اَور اِنعام پانے والے گروہ میں اَب صرف یہی لوگ شمار ہوں گے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے۔

اَب تشریح رہ جاتی ہے۔ باقی کون سے اِنعام؟ سارے اِنعام یا چند اِنعام؟ پیروی سے ملنے والے اِنعام کیا ہیں؟ فرمایا مِنَ النَّبِيّٖنَ نبیوں میں سے، وَالصِّدِّيْقِيْنَ اَور صدیقوں میں سے، وَالشُّهَدَآءِ اَور شہیدوں میں سے، وَالصّٰلِحِيْنَ اَور صالحین میں سے، وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا یہ رفاقت ہے جو سب سے حَسین رفاقت ہے۔ اُمّتِ محمدیہ ایسے لوگوں میں شمار کی جائے جہاں نبوّت کے اِنعام بھی مل رہے ہوں، صدیقیت کے بھی مل رہے ہوں، شہادت کے بھی مل رہے ہوں، صالحیت کے بھی مل رہے ہوں۔ یہ ہے شان۔ یہ اعلان کیا ہے اِس آیت نے۔ اَور علماء کہتے ہیں، نہیں۔ اُن سے پوچھیں تو کہیں گے یہ اعلان ہے کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ جو شخص بھی اَللہ اَور اِس رسول کی اِطاعت کرے گا اُسے وہ سارے اِنعام نہیں ملیں گے جو پہلے نبیوں کی اطاعت سے ملا کرتے تھے۔ پہلے نبیوں کی اطاعت سے نبوّت مل جایا کرتی تھی۔ اِس نبی کی اطاعت کی فہرست سے ہم نے نبوّت کاٹ دی ہے۔ صرف صدیق، شہید اَور صالح بنانے والا نبی آیا اَور اِس کی اُمّت میں اَب کبھی نبوّت قائم نہیں ہوگی۔ یہ اعلان کررہی ہے۔ اَگر یہ اعلان سچا ہے تو پھر مرتبہ اُونچا ہوگا یا کم ہوگا؟ پہلے نبی گر، نبی آتے رہے اَب صرف کمتر درجہ دینے والا نبی آیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اِتنا گستاخانہ تصوّر ہے اَور قرآن کی آیت اِس تصوّر کو جھٹلا رہی ہے۔

اَگر اُمّتی نبی بھی بند ہے، یہ ہے مسئلہ صرف تو جہاں اُمّتیوں کا ذکر کیا ہے وہاں سب سے پہلے فہرست میں نبیوں کا ذکر کیوں کردیا؟ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ اِنعام پانے والے لوگوں میں یہ لوگ ہیں۔ اَور اِنعام پانے والے کون ہیں؟ فہرست کیا شمار کی؟ مِنَ النَّبِيّٖنَ پہلے نبیوں کا نام رکھا۔ اِس لئے جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہی سچی اطاعت کا عقیدہ ہے۔ سچے عشقِ محمد مصطفیٰؐ کا عقیدہ ہے اَور خالصۃً قرآنِ کریم پر مبنی ہے۔ ایک اَدنیٰ بھی فساد اِس عقیدہ میں نہیں ہے۔ اَور جو یہ بیان کرتے ہیں اُن میں ذرا چھان بین کرکے آگے بڑھیں آپ کو فساد نظر آجائے گا۔ گستاخی نظر آجائے گی۔......‘‘

☆......☆......☆

نمازِ جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری اطلاع دیتے ہیں کہ یکم مارچ 2016ء بروز منگل قبل از نماز ظہر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن سے متصل محمود ہال میں تشریف لا کر **مکرم دلدار احمد ہاشمی صاحب (ابن مکرم مختار احمد ہاشمی صاحب۔لندن) کی نماز جنازہ حاضر اور کچھ مرحومین کی** نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

مکرم دلدار احمد ہاشمی صاحب (ابن مکرم مختار احمد ہاشمی صاحب۔لندن) 26 فروری کو بعارضہ کینسر 69 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو تقریباً 42 سال صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ 2008ء سے یوکے میں اپنے بیٹے کے پاس مقیم تھے۔ بہت نیک، شریف النفس، ملنسار اور مخلص انسان تھے۔ نماز باجماعت ہمیشہ التزام کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ خلافت کے ساتھ بہت محبت، اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب:

(1) مکرمہ نصرت بیگم صاحبہ۔یو ایس اے (اہلیہ محترم مولانا امام الدین صاحب مرحوم مبلغ انڈونیشیا) 28 رجنوری 2016ء کو 93 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مولانا ابو البشارت عبد الغفور صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ آپ کے میاں محترم مولانا امام الدین صاحب دوسری جنگ عظیم کے دوران حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش پر قادیان سے ایک فوجی بحری جہاز میں ملازمت اختیار کرکے سنگا پور گئے اور وہاں سے انڈونیشیا آگئے۔ آپ نے انڈونیشیا میں لمبا عرصہ مبلغ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1992ء کے جلسہ UK پر احمدی خواتین کی قربانیوں میں مکرمہ نصرت بیگم صاحبہ کا یوں ذکر فرمایا کہ انہوں نے لمبا عرصہ دین کی خاطر اپنے شوہر سے دوری میں گذارا۔ اپنے شوہر سے کبھی کوئی فکر کی بات نہیں کی کہ وہ پردیس میں بے فکر ہو کر اپنا تبلیغ کا کام کرسکیں اور خود محنت کرکے بچوں کی پرورش کی اور بچوں کو کسی قسم کا احساس کمتری نہ ہونے دیا۔

آپ کئی سال اپنے محلّہ دار الصدر جنوبی (حلقہ کوارٹر تحریک جدید) میں صدر لجنہ کے طور پر خدمت بجالاتی رہیں۔ بہت غریب پرور اور ہمدرد خاتون تھیں۔ آپ کو قرآن کریم سے عشق تھا۔ بے شمار بچوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ خلافت سے بے پناہ محبت تھی اور اپنی اولاد کو بھی خلافت سے قریبی تعلق رکھنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔

(2) مکرمہ امۃ الباسط صاحبہ (اہلیہ مکرم محمد سعید صاحب۔پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) 23 جنوری 2016ء کو 75 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ محترم شیخ قدرت اللہ صاحب مرحوم کی بیٹی اور قادیان کے مشہور تاجر مکرم شیخ محمد اکرام صاحب مرحوم کی نواسی تھیں۔ آپ بہت عبادت گزار، بااخلاق، ملنسار، مہمان نواز اور خلافت سے گہری وابستگی رکھنے والی مخلص خاتون تھیں۔ آپ کو اپنے شوہر کے ساتھ کئی سال لگاتار جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی توفیق ملی اور واپس جا کر اپنے افراد خانہ کو حضور انور سے ملاقات اور جلسہ کے واقعات بہت عقیدت اور محبت سے سنایا کرتی تھیں۔ آپ نے پیر محل میں صدر لجنہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ اپنے گھر ہونے والی دعوت الی اللہ کی مجالس میں مہمانوں کی تواضع بڑی خوش دلی سے کیا کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں پانچ بیٹیاں اور چار بیٹے اور متعدد نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

(3) مکرم شیخ زاہد محمود صاحب (آف جرمنی) 25 دسمبر 2015 کو 69 سال کی عمر میں جرمنی میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحبؓ کے پوتے اور حضرت شیخ کریم اللہ صاحبؓ کے نواسے تھے۔ آپ کو دین سے رغبت اور خلفائے احمدیت سے محبت و عقیدت کا تعلق تھا۔ کراچی میں بینک میں بطور سینئر اکاؤنٹس آفیسر نہایت ایمانداری کے ساتھ کام کیا اور بہترین اخلاق کی وجہ سے لوگوں میں نیک شہرت رکھتے تھے۔ بعد میں جرمنی منتقل ہوگئے اور وہاں بھی تا دمِ وفات مختلف جماعتی خدمات کی توفیق پائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کئی بار مطالعہ کیا اور ان تعلیمات پر عمل کی بھی کوشش کرتے تھے۔ آپ غریب پرور اور مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے نیک انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ مکرم حسان محمود صاحب مربی سلسلہ کے والد تھے۔ آپ کے باقی بیٹے بھی جماعتی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(4) مکرم محمد اقبال منہاس صاحب (سابق صدر حلقہ ماڈل کالونی کراچی۔پاکستان) 16 فروری 2016 کو 88 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے والد محترم چوہدری محمد فاضل منہاس صاحب مرحوم کے ذریعہ آئی۔ آپ جرنل اختر حسین ملک صاحب مرحوم کے ہم زلف تھے۔ 1947 میں تقسیم ہند کے بعد مرکز قادیان کی حفاظت کی خاطر جانے والے وفد میں شامل تھے۔ آپ کو 35 سال حلقہ ماڈل ٹاؤن کراچی کے صدر جماعت کی حیثیت فعّال خدمت کی توفیق ملی۔ علاوہ ازیں آپ جماعت کراچی کے سیکرٹری ضیافت اور زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ ماڈل کالونی کی حیثیت سے بھی خدمات بجالاتے رہے۔ آپ نہایت چاق و چوبند مضبوط جسم کے مالک اور پر وقار شخصیت کے حامل تھے۔ سب کو اپنا گرویدہ بنا لیتے تھے۔ نہایت مہمان نواز، خوش اخلاق، ہر ایک کے ہمدرد، غریب پرور، دلیر، جماعتی کتب اور رسائل کا باقائدگی سے مطالعہ کرنے والے دعا گو، نیک اور مخلص انسان تھے۔ آپ ایک پر جوش داعی الی اللہ تھے۔ تبلیغ کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ آپ کے گھر پر مجالس سوال و جواب بھی منعقد ہوتی رہیں۔ زیرِ تبلیغ افراد کو ربوہ جلسہ سالانہ پر بھی لے کر جاتے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ مربیان کا بہت احترام کرتے تھے۔ خلافت سے نہایت عقیدت اور عشق کا تعلق تھا۔ کمزوری صحت کے باوجود حضور انور کے تمام خطبات باقاعدگی سے سنتے تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور چار بیٹے یادگار چھوڑیں ہیں۔

(5) مکرم عصام بشناق صاحب (آف اردن)

31 رجنوری 2016ء کو اچانک گردے فیل ہونے کی وجہ سے 72 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم 2013ء میں بیعت کرکے جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ خلافت کے شیدائی تھے اور جماعت کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتے تھے۔

(6) مکرم چوہدری بہاؤ الحق صاحب (آف بشیر آباد سندھ۔حال جرمنی) گزشتہ دنوں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم لمبا عرصہ فریڈ برگ جماعت سے منسلک تھے۔ نمازوں کے پابند اور جماعتی اجلاسات میں شامل ہوتے تھے۔ آپ خوش مزاج نیک اور ہر دلعزیز انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

☆......☆......☆

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2015ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمان)

(قسط نمبر 191)

سال 2015ء اور احمدیوں پر مظالم

پاکستان میں جماعت احمدیہ کے مرکزی دفتر نظارت امورِ عامہ نے سال 2015ء کے اختتام پر پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے مظالم کے بارہ میں ایک تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے۔ اس رپورٹ کے اکثر مندرجات ہماری گزشتہ رپورٹس میں شائع ہو چکے ہیں۔ ایک خلاصہ کے طور پر کچھ اعداد و شمار قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

2015ء کے دوران جماعتِ احمدیہ کے خلاف اخبارات کی خبریں

اخبارات میں احمدیوں کو دھمکیاں اور ان کے بارے میں کھلے عام نفرت انگیز بیانات شائع کیے جاتے رہے۔ احمدی مخالفین کا تو کام ہی معاشرے میں نفرت و تعصب پھیلانا ہے۔ تاہم افسوسناک امر یہ ہے کہ اخبارات بھی اس میں فریق بن کر احمدیوں کے خلاف دھمکیوں اور منافرت پر مبنی بیانات جلی سرخیوں میں شائع کرتے ہیں جس سے احمدیوں کو روزمرہ کے معاملات میں نفرت و تعصب کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔

بے بنیاد اور نفرت انگیز پروپیگنڈہ پر مبنی بیانات کی اشاعت اور معصوم احمدیوں پر قاتلانہ حملے

اخبارات میں احمدیوں کے خلاف نفرت انگیز بیانات کی اشاعت مسلسل جاری ہے۔ اس ضمن میں اخبارات تحقیق کی زحمت نہیں کرتے کہ جو بے بنیاد اور شر انگیز بیان سپرد اشاعت کیا جا رہا ہے کیا وہ درست بھی ہے یا نہیں؟ عام آدمی بہر حال ان بے بنیاد، شر انگیز اور زہریلے بیانات سے متاثر ہوتا ہے اور ایسے واقعات مسلسل ہو رہے ہیں جن میں معصوم احمدیوں پر قاتلانہ حملے ہوئے۔

احمدیوں کے حوالہ سے اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع ہونے والے مطالبات

پاکستان میں احمدیوں کے حوالہ سے امتیازی قوانین موجود ہیں۔ جن کی بنا پر احمدیوں کے بنیادی انسانی حقوق غصب کیے جا رہے ہیں۔ احمدی مخالفین ان کو بھی کافی نہیں سمجھتے اس لئے ان کا کہنا ہے کہ احمدیوں کا شناختی کارڈ الگ ہونا چاہئے۔ احمدیوں کو ملک بدر کر دیا جائے۔ احمدیوں کو کلیدی عہدوں سے الگ کیا جائے۔ ان کی عبادت گاہوں کی شکل تبدیل کی جائے۔ اخبارات مخالفین احمدیت کے ایسے بیانات کو جلی سرخیوں سے شائع کرتے ہیں جو معاشرہ میں نفرت و تعصب کو پھیلانے کا بڑا ذریعہ ہیں۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور (2) 18 اگست 2015ء

انسداد قادیانیت کے نام سے الگ محکمہ تشکیل دیا جائے: ڈاکٹر اشرف آصف

روزنامہ پاکستان لاہور (12) 25 فروری 2015ء

قادیانیوں کے تمام رسائل و جرائد فوری بند کیے جائیں، نواز خان لودھی

قادیانیوں کے پریس ضیاء الاسلام کو بھی فوری طور پر سیل کیا جائے، چوہدری سعید

روزنامہ جنگ لاہور (4) 23 دسمبر 2015ء

چناب نگر میں رینجرز سے سرچ آپریشن کرایا جائے' قاری شبیر

عبادت گاہوں اور دوسری عمارتوں کے باہر اسلحہ کی نمائش کو بند کروایا جائے' خطاب

روزنامہ جنگ لاہور (15) 9 ستمبر 2015ء

تعلیمی داخلہ فارموں میں تحفظ ختم نبوت کا حلف نامہ شامل کیا جائے

سود کا خاتمہ، ڈاکٹر عافیہ کو واپس لایا، قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی، مدارس پر چھاپے بند کیے جائیں: قراردادیں

قادیانیوں نے اسلام کو نقصان پہنچایا، جہاد پاک فوج کا ماٹو ہے: عبدالحفیظ مکی، طاہر اشرفی، ڈاکٹر احمد اور دیگر کا اختتامی سیشن سے خطاب

روزنامہ پاکستان لاہور (6) 5 نومبر 2015ء

ملک بھر میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے، قاری شبیر عثمانی

قادیانی اسلام و پاکستان کے خلاف اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں

روزنامہ اوصاف، لاہور، اتوار 5 اپریل 2015ء

قادیانی جماعت کے زیر سایہ چلنے والے ٹی وی چینلز کو بند کیا جائے، قاری شبیر عثمانی

روزنامہ آواز (8) یکم نومبر 2015ء

حکومت نصاب تعلیم میں ختم نبوت پر مضامین شامل کرے، قادیانی اداروں، تنظیموں پر پابندی لگائی جائے

قادیانی اپنی قانونی حیثیت تسلیم کریں اور قانون سے بغاوت نہ کریں، قادیانی اب بھی اکھنڈ بھارت کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں

روزنامہ مشرق (2) یکم ستمبر 2015ء

حکومت سرکاری طور پر یوم تحفظ ختم نبوت منانے کا اعلان کرے، ڈاکٹر جمیل

عقیدہ ختم نبوت اسلام کی بنیاد ہے اپنے لہو سے اسکی پاسبانی کرتے رہیں گے، بیان

قادیانی سازشوں اور قادیانی لابی کے مفروضے

جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت پھیلانے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ اس بات کا مسلسل پروپیگنڈہ کیا جائے کہ احمدی ملک اور اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ جماعت احمدیہ کا کوئی فرد آج تک اسلام یا وطن کے خلاف کسی قسم کی سازش میں نہ تو کبھی ملوث ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ اس دنیا کے ہر خطے میں بسنے والا ہر احمدی اپنے وطن کا وفادار ہے اور اکنافِ عالم میں اسلام کی حقیقی تعلیم کو جو یقیناً سلامتی کی تعلیم ہے کے فروغ کے لئے مصروفِ عمل ہے۔ ان ملاؤں کے نزدیک تو دریا کی تہہ میں لڑنے والی دو مچھلیوں کی لڑائی بھی احمدیوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ اسی طریق پر ایسی فرضی کہانیاں سازش کے نام پر بیان کی جاتی ہیں کہ الامان و الحفیظ!

یہاں پر ایک سوال جو پوچھا جانا انتہائی ضروری ہے کہ کیا کبھی کسی ریاستی ادارے نے مکمل ذمہ داری کے ساتھ اور ثبوت کے ساتھ کسی ایسی سازش کا انکشاف کیا ہے جس میں کوئی احمدی ملوّث ہو، نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو کیا اخبارات کا فرض نہیں کہ اس طرح کے لایعنی بیانات کی اشاعت سے گریز کریں۔

یہاں پر منیر انکوائری رپورٹ کا تذکرہ بے محل نہ ہو گا جب فاضل عدالت نے معاندین جماعت احمدیہ کے اس طرح کے بے ثبوت الزامات پر طنزیہ انداز میں کہا کہ ’’ان لوگوں کی تعریف کرنی پڑتی ہے کہ یہ تمام قومی مصائب کی تحقیقات کے گمشدہ سلسلے دریافت کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔‘‘

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب 1953ء صفحہ 485)

روزنامہ نئی بات 14 فروری 2015

پنجاب اسمبلی: قادیانی اساتذہ بننے کی سازش میں مصروف ہیں، نوٹس لیا جائے، حکومتی رکن

اساتذہ کی بھرتی کیلئے خود کو مسلمان ظاہر کر رہے ہیں، مولانا الیاس، عوام کھتے ہیں ارکان خزانے پر بیٹھے ہیں، اعزازیہ بڑھایا جائے مولانا غیاث الدین

روزنامہ پاکستان لاہور (2) 31 دسمبر 2015ء

دہشت گردی کے پیچھے قادیانی سازشیں موجود ہیں، ڈاکٹر احمد علی سراج

روزنامہ امت 7 دسمبر 2015

قادیانی ٹولہ سازش کے ذریعے آئین ختم کرانا چاہتا ہے۔ ختم نبوت کانفرنس

مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ناموس رسالت کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے

جہلم میں توہین قرآن کرنے والے قادیانی کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ مقررین کا خطاب

روزنامہ ایکسپریس، فیصل آباد، جمعرات، 22 جنوری 2015ء

قادیانی اسلام کیخلاف سازشوں میں مصروف ہیں' مولانا غلام مصطفیٰ

حکومت قادیانی ٹی وی کی نشریات پر پابندی لگا کر انہیں آئین و قانون کا پابند بنائے

روزنامہ جنگ (4) 23 فروری 2015ء

قادیانی اور مرزئی سرکاری سکیورٹی اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر بیٹھ کر اسلام اور پاکستان کیخلاف سازشیں کر رہے ہیں، شاہد مبین قادری

روزنامہ خبریں (13) 3 مارچ 2015ء

پاکستان بن جانے کے بعد قادیانیوں نے اسلام اور پاکستان کیخلاف سازشیں کیں

روزنامہ دن لاہور (7) پیر 30 نومبر 2015ء

قادیانی ٹولہ وطن عزیز کیخلاف سازشوں میں مصروف ہے، غلام مصطفیٰ

حکومت کلیدی عہدوں پر فائز قادیانی افسروں کو فوری طور پر برطرف کرے

جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں پر قابو پانے کے بیانات

اخبارات مختلف مذہبی رہنماؤں کے بیانات جلی سرخیوں میں متواتر شائع کرتے ہیں جن میں حکومت سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ قادیانیوں کی سرگرمیوں کو روکے اور ساتھ ساتھ یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ موجودہ حکومت کے دور میں قادیانیوں کی سرگرمیاں بڑھ رہی ہیں۔

چناب نگر ربوہ کے حوالہ سے بیانات

چناب نگر اس شہر ’’ربوہ‘‘ کا نیا سرکاری نام ہے جس کو شہریوں کی اکثریت کی مرضی کے خلاف محض مولویوں کے دباؤ کے تحت پنجاب اسمبلی نے بدل دیا۔ اس شہری بنیاد، تعمیر اور ترقی میں جماعت احمدیہ کا کردار کیسے فراموش کیا جا سکتا ہے جس کو احمدی اپنا مرکز سمجھتے ہیں۔ لیکن عالم یہ ہے کہ ربوہ جہاں کی پچانوے فیصد سے زائد آبادی احمدی افراد پر مشتمل ہے:

☆ احمدیوں کو اپنے مذہبی عقائد کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

☆ احمدیوں کو اجتماع کی آزادی نہیں۔ ہر قسم کے علمی اور ورزشی اجتماعات کھلے عام منعقد کرنے کے حق سے محروم ہیں۔

☆ یہاں تک کہ احمدیوں کو کھلے عام اپنی سالانہ کھیلیں منعقد کرنے کی بھی اس لئے اجازت نہیں کہ ان کھیلوں سے انتہا پسند عناصر کے جذبات مجروح ہو جاتے ہیں۔

جبکہ مخالف مولوی مضافاتی علاقوں کے مدرسوں سے طلباء کو لا کر ربوہ کے پُرامن ماحول میں جلسے کرتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں اور احمدی اکابرین اور احمدیوں کو غلیظ گالیاں دی جاتی ہیں پھر بھی مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ احمدیوں کی سرگرمیوں کو روکا جائے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ پُرامن اور محبِ وطن افراد جماعت احمدیہ کے اس شہر کے حوالہ سے جو مطالبات ہیں ان کو ملاحظہ فرمایئے:

’قادیانیوں کے خلاف کراچی طرز کا آپریشن کیا جائے‘

’ملک بھر میں قتل ہونے والے علماء کے قاتل چناب نگر میں پناہ لیتے ہیں‘

(روزنامہ جنگ لاہور 8 نومبر 15 صفحہ 19)

روزنامہ نوائے وقت لاہور (7) 8 اگست 2015ء

قادیانی دہشت گردی پھیلا رہے ہیں، ان کے خلاف آپریشن کیا جائے: الیاس چنیوٹی

روزنامہ جناح یکم مارچ 2015

عالمی استعماری قوتیں قادیانی دہشتگردی کو پروان چڑھا رہی ہیں: عطاء المہیمن

دہشتگردی کی جڑیں قادیانیوں اور ربوہ سے جا ملتی ہیں لیکن بدنام دینی جماعتوں کو کیا جا رہا ہے

روزنامہ دنیا 15 فروری 2015

افراتفری میں قادیانی ہاتھ نظر انداز نہ کیا جائے: ختم نبوت کانفرنس

روزنامہ نئی بات 17 فروری 2015

مذہبی دہشتگردی میں قادیانی لابی کو فراموش نہ کیا جائے، عقیل انجم

روزنامہ نوائے وقت 2 جنوری 2015

قادیانی ملک کے حالات خراب کر رہے ہیں، علامہ حمادی

روزنامہ جنگ لاہور (15) 24 دسمبر 2015ء

ایکشن پلان کا رخ قادیانی دہشت گردی کی طرف موڑا جائے: ختم نبوت کانفرنس

پُرامن جماعت احمدیہ کے خلاف دہشت گردی کے جھوٹے الزامات

جماعت احمدیہ ایک پُرامن اور قانون کی پاسداری کرنے والی جماعت ہے۔ اس کا ماٹو ’محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں‘ ہے۔ ایک سو سال سے زائد کی تاریخ گواہ ہے کہ کبھی بھی احمدیوں نے تشدد کا راستہ نہیں اپنایا۔ ہاں جب بھی جماعت کے خلاف قانون شکن کارروائیاں ہوئیں ہمیشہ صبر و تحمل کا ہی مظاہرہ کیا گیا۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح دیگر معاملات کے بارہ میں کذب سے کام لیتے ہوئے مخالفین شر انگیز پروپیگنڈہ کیے جا رہے ہیں اسی طرح پر امن جماعت احمدیہ پر دہشت گردی اور فرقہ واریت پھیلانے کا جھوٹا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔

احمدی کاروباری اور ملازمت پیشہ افراد کے خلاف مہم

جماعت احمدیہ کے مخالفین کا یہ طریق بھی ہے کہ احمدی کاروباری یا ملازمت پیشہ افراد کے حصول معاش میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں۔ اس غرض کے لئے وسیع پیمانے پر ایسے لٹریچر کی اشاعت کی جاتی ہے جن میں احمدیہ عقائد کے بارہ میں جھوٹا پروپیگنڈہ کر کے عوام کو بائیکاٹ کی تلقین کی جاتی ہے۔ بعض ایسے کاروباری ادارے جن کا تعلق احمدیوں سے نہیں ان کو بھی بلیک میل کرنے کی غرض سے احمدیوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ حکومت سے بھی مطالبہ کیا جاتا ہے کہ احمدیوں کو اہم عہدوں پر تعینات نہ کیا جائے۔

متعدد اخبارات میں ایسی خبریں اور مطالبے جلی حروف میں شائع کئے جاتے ہیں۔ نمونۂ چند خبریں ملاحظہ ہوں:

’’حکومت نے مختلف سفارتخانوں میں
4 قادیانی قونصلر تعینات کر دیئے
قادیانی افسران قونصلر واشنگٹن، نیو یارک،
انقرہ اور اقوام متحدہ میں تعینات کیے گئے
سفارت خانوں کو قادیانی ارتدادی اڈوں
میں تبدیل کیا جا رہا ہے، تحریک ختم نبوّت

(روزنامہ اوصاف 7 فروری 2015ء)

قادیانیوں کو پاک فوج اور اعلیٰ عہدوں سے فارغ،
شناختی کارڈ میں مذہب کا خانہ رکھا جائے،
تاجدار ختم نبوّت کانفرنس
ہم فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے کسی قربانی
سے دریغ نہیں کریں گے‘‘

(روزنامہ اوصاف، لاہور 30 ستمبر 2015ء)

(باقی آئندہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 12؍نومبر 2011ء میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب کے قلم سے محترم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب کا ذکرخیر شامل اشاعت ہے۔ قبل ازیں آپ کا ذکرخیر الفضل انٹرنیشنل کے 20دسمبر 1996ء اور یکم مئی 2015ء کے شماروں میں ’’الفضل ڈائجسٹ‘‘ کی زینت بنایا جاچکا ہے۔ ذیل میں چند اضافی امور پیش ہیں۔

محترم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب فرینکفرٹ جرمنی میں 4؍جنوری 2011ء کو تقریباً 65 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ آپ 1946ء میں پیدا ہوئے۔ قبول احمدیت کا واقعہ خود اس طرح بیان کرتے تھے کہ ایک دن اپنی والدہ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سفید روشنی کندھے کے اوپر سے نکل کر کتابوں کی الماری کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی جس میں سینکڑوں کتابیں ترتیب سے پڑی ہوئی تھیں۔ وہ روشنی ایک کتاب پر آکر رُک گئی۔ آپ نے جب اٹھا کر اس کتاب کو دیکھا تو وہ جرمن ترجمہ قرآن تھا۔ آپ قرآن کریم کو پڑھنے لگے تو کچھ حصہ پڑھنے کے ساتھ ہی آپ کو یقین ہوگیا کہ خداتعالیٰ اپنی کتاب کے ذریعے بول رہا ہے اور یہ کتاب سچی ہے اور مجھے اسے قبول کرلینا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے اسلام قبول کرلیا اور پھر کسی مسجد کی تلاش شروع کردی۔ ’’مسجد نور‘‘ (فرینکفرٹ) کا علم ہوا جہاں مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب مبلغ سلسلہ تھے۔ انہوں نے بڑی محبت و شفقت سے آپ کو احمدیت کا تعارف کروایا تو 1969ء میں آپ بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضرت خلیفۃالمسیح الثالثؒ نے آپ کا نام ہدایت اللہ رکھا۔ 1970ء میں حضورؒ کے دورۂ جرمنی کے موقع پر ہیوبش صاحب کی حضورؒ سے پہلی بار ملاقات ہوئی۔

مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر صاحب جرمنی بھی ہیوبش صاحب کے ذریعہ سے ہی احمدی ہوئے۔ وہ حق کی تلاش میں قادیان گئے جہاں ہیوبش صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے عبداللہ صاحب کو ساتھ لے کر سارا قادیان پھرایا اور دعوت الی اللہ کی۔

مضمون نگار رقمطراز ہیں کہ خاکسار کا تعارف مکرم ہدایت اللہ صاحب سے خلافت ثالثہ کے بابرکت دَور میں اس وقت ہوا جب آپ جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ آپ چونکہ ہِپی ازم کو ترک کرکے آئے تھے اور نئے احمدی تھے اس لئے اپنے اخلاص اور سادگی میں احکامِ دین کی ظاہری لفظی پابندی میں کافی سخت رویّہ اپناتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض احادیث کے ظاہری الفاظ پر نہ صرف خود نہایت سختی سے عمل پیرا ہوتے بلکہ دوسروں سے بھی اس کی خلاف ورزی برداشت نہ کرتے تھے۔ جوں جوں احمدیت کی چھاپ آپ پر گہری ہوتی چلی گئی اسلام کے محض ظاہر کی بجائے اس کے حسن باطن کا شعور آپ کو عطا ہوا اور اسلام کی سچی معرفت عطا ہوئی۔

ایک روز دفتر میں مجھے تلاوت کرتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ نے وضو کیا ہے؟ جواب نفی میں پاکر آپ نے اسے ناپسند کیا کیونکہ آپ نے لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ (الواقعہ: 80) کے یہی ظاہری معنی پڑھ رکھے تھے کہ باوضو پاک لوگوں کے سوا قرآن کو کوئی چھو ہی نہیں سکتا۔ بعد میں تو وہ اس آیت کے حقیقی مصداق بن گئے یعنی ایسے پاک وجود جن کو قرآن کے معانی سے خاص ذوق پیدا ہوگیا تھا۔

موصوف اپنے اخلاق و عادات، ہر حرکت و سکون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا چاہتے تھے۔ ایک دفعہ سرائے فضل عمر (ربوہ) کے دروازہ سے باہر نکلتے ہوئے مجھے روک کر پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے ہوئے جو دعا پڑھتے تھے کیا آپ نے وہ دعا پڑھی ہے؟ اس بارہ میں کوئی بھی بھول چوک انہیں ناگوار ہوتی تھی۔

اسی طرح سنت نبویؐ کی اتباع میں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دایاں پاؤں اندر رکھنے اور باہر آتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے باہر نکالنے کا بھی بشدّت اہتمام کرتے۔

محبت دینی کے باعث رفتہ رفتہ ان سے تعلق محبت بڑھا۔ 1977ء سے 1983ء تک کے جلسہ ہائے سالانہ پر بڑے اہتمام سے وہ ربوہ آتے اور براستہ قادیان واپس جرمنی روانہ ہوتے۔ پہلی بیوی کی وفات کے بعد دوسری شادی بھی دیار حبیب قادیان میں کی۔ جلسہ کے بابرکت روحانی ایام میں موصوف ایک عجیب نشّہ روحانی میں ہوتے تھے۔ وہ دنیوی نشّہ کو چھوڑ کر اس نشّہ کے دیوانے ہوچکے تھے۔ خلافت اور خلیفۂ وقت سے محبت کا یہ عالم تھا کہ دنیا یورپین لباس پر فریفتہ ہو تو ہو مگر اُن کے نزدیک بہترین لباس وہی تھا جو خلیفۂ وقت زیب تن فرمائیں۔ چنانچہ انہوں نے بڑے اہتمام سے قمیص شلوار کے ساتھ شیروانی اور پگڑی وکلاہ کا انتظام کیا اور آخر دم تک اس روایت کو نباہتے رہے۔ موصوف تقویٰ کے اعلیٰ معیار پر قائم تھے۔

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ میں آپ کا ذکرخیر کرتے ہوئے اسلام اور اس کی تعلیم کے بارہ میں موصوف کی درجن بھر جرمن کتب کا ذکر فرمایا تھا۔ ایک بار انہوں نے کسی کتاب کے لئے احادیث کے حوالے تلاش کرنے کے لئے مجھ سے تعاون طلب کیا۔ خاکسار نے بعض مربیان کے ذریعہ وہ حوالے نکلوا کر بھجوادیئے۔ اگلے سال جب وہ ربوہ تشریف لائے تو انہوں نے اس تعاون کے عوض کچھ رقم تحفۃً مجھے پیش کرنا چاہی۔ مَیں نے کہا کہ وہ تو ایک بھائی سے تعاون علی البرّ کے طور پر ایک بےلوث خدمت تھی۔ انہوں نے کمال سادگی اور سچائی سے فرمایا کہ دراصل جس کتاب کے لئے آپ نے مواد بہم پہنچایا تھا اس کی اشاعت کے بعد پبلشر نے مجھے کتاب کی رائیلٹی کے طور پر کچھ حق خدمت دیا تو میں نے سوچا کہ اس میں تعاون کرنے والوں کا بھی حق ہے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر یہ تحفہ قبول کئے بغیر چارہ نہ تھا۔ چنانچہ ہم نے اس سے اپنے مربیان کے لئے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ یہ وہ نظارہ اخوّت و محبت کا تھا جو خلافت کی برکت سے آج جماعت احمدیہ کو نصیب ہے۔

ہیوبش صاحب خلافت کی غیرمعمولی اطاعت کرنے والے تھے۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ تک ان کا رابطہ نہ ہوا۔ جب ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ مجھے کچھ حوالے مطلوب تھے مگر مرکز خلافت لندن سے یہ اصولی ہدایت آئی تھی کہ ربوہ میں رابطہ وکالت تبشیر لندن کے ذریعہ سے ہونا چاہئے اس لئے آپ سے بلاواسطہ رابطہ کرکے کوئی حوالہ طلب نہیں کیا۔ مَیں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں وہ ہدایت انتظامی امور کے متعلق ہوگی۔ اپنے ذاتی تعلق کی بِنا پر آپ حسب ضرورت کوئی حوالہ وغیرہ منگوانا چاہیں تو حرج نہیں۔ اس پر انہوں نے حوالے منگوانے کا سلسلہ دوبارہ جاری کردیا۔

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ نے آپ کی وفات پر خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کہ بڑے درویش صفت اور نیک اور مخلص انسان تھے۔ خدا پر توکل انتہا کا پہنچا ہوا تھا۔ بعد میں آئے لیکن توکّل اور ایمان اور یقین اور وفا اور محبت اور اخلاص میں بہتوں سے آگے بڑھ گئے۔ خلافتِ احمدیہ سے ان کو عشق تھا۔ وفا کا تعلق تھا۔ نمازوں میں انہماک انتہا کا تھا۔ تہجد گزار، نوافل پڑھنے والے۔ خدمتِ دین کی اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی توفیق عطا فرمائی ہے۔ جرمن زبان میں اسلام کے بارے میں کافی کتب لکھی ہیں۔ میڈیا کے ساتھ ان کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ سوال و جواب کی بہت ساری مجلسیں غیروں میں جاکے میڈیا پر کرتے تھے۔ جماعت جرمنی کے پریس سیکرٹری کے طور پر بھی آپ کو لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ ایک صاحبِ علم شخصیت تھے۔ اور جو بھی ایک مومن میں خصوصیات ہونی چاہئیں وہ ان میں پائی جاتی تھیں۔ MTA جرمن سٹوڈیو کے فعال رکن تھے اور جرمن پروگراموں کی یہ جان سمجھے جاتے تھے۔ جرمن زبان میں اسلام اور تربیتی لٹریچر کا ایک بڑا خزانہ انہوں نے جماعت جرمنی کے لئے چھوڑا ہے۔ جرمنی کے اخبارات اور متعدد ٹی وی چینلز پر اسلام اور احمدیت کا مؤقف بھرپور انداز میں پیش کرنے کی توفیق ملی۔ اور جرمن زبان کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی ان کو عبور تھا۔ جرمن اور انگلش دونوں میں نظمیں بھی لکھا کرتے تھے۔ جامعہ احمدیہ میں جرمن زبان آج کل پڑھا رہے تھے اور بڑی محنت سے یہ فریضہ انجام دے رہے تھے۔

ان کی تصنیفات جو جماعت سے باہر کی تصنیفات ہیں ان میں ’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات‘ کے جرمن زبان میں دو ایڈیشن ہیں۔ ’اسلام کے بارہ میں ننانوے سوالات اور ان کے جوابات‘، اس کا بھی کئی زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ پھر ہے ’اسلام میں عورت کا مقام‘۔ اسی طرح اسلام میں ’جنت اور جہنم کا تصور‘ ہے۔ اور بھی تقریباً بارہ کے قریب کتب ہیں۔ پھر نظموں کے مجموعے ہیں۔ باقاعدہ جماعتی میگزین میں ان کے مضامین ہوتے تھے۔ مختلف موضوعات پر کتابچے اور بروشر جو ہیں ان کی تعداد تقریباً ایک سوبیس ہے۔......

آپ کی وفات پر جرمنی کے سولہ اخبارات نے خبر دی ہے اور ان میں کئی بڑے قومی اخبارات شامل ہیں۔ بہت سے مضامین میں آپ کو مشہور مذہبی شخصیت کے طور پر پیش کیا گیا۔ ہیسن صوبہ کے وزیر برائے مذہبی ہم آہنگی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ اسلام اختیار کرنے والوں میں سب سے مشہور شخصیت تھے۔ فرینکفرٹ نیو پریس نے لکھا ہے کہ آپ ایک شاعر اور مبلغ تھے، ادب کے نوبیل انعام یافتہ گنٹر کراس (Gunter Grass) نے آپ کو 1960ء کی دہائی کے عظیم مصنفین میں شمار کیا ہے۔ آخری نظم جو آپ نے لکھی تھی اس میں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت ادب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپؐ کی بدولت مجھے سچے اور پاک دین کو قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلندتر کرتا چلا جائے۔ (ماخوذ)

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 16؍نومبر 2011ء میں مکرمہ سلیمہ خاتون صاحبہ کا مضمون شامل اشاعت ہے جس میں وہ اپنی ممانی مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری نثار احمد صاحب کا ذکرخیر کرتی ہیں۔

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ پابند صوم وصلوٰۃ اور دینی شعار پر عمل کرنے والی بہت نیک فطرت خاتون تھیں۔ آپ کے والد محترم ڈاکٹر عبداللہ احمدی صاحب گجرات کے بہت متموّل اور معزّز گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے کینیا کے شہر نیروبی میں تعلیم پائی۔ وہ احمدیت سے محبت کے اظہار کے طور پر اپنے نام کے ساتھ احمدی لگایا کرتے تھے۔ ہر روز رات کو ایک گھنٹہ کے لئے اپنے بچوں کو احمدیت کی تعلیمات سے روشناس کروانا اُن کا معمول تھا۔ جب نیروبی میں مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ کی تحریک ہوئی تو انہوں نے اپنے سب بچوں کو اکٹھا کیا اور جنت میں گھر تعمیر کرنے سے متعلق بتایا۔ پھر مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ کی تحریک کی اور کہا کہ جس کا چندہ سب سے زیادہ ہوگا اُسے مَیں انعام دوں گا۔ اتفاق تھا کہ رضیہ بیگم صاحبہ کا چندہ بچوں میں سب سے زیادہ تھا اور آپ نے اپنے والد سے ملنے والا 50 شلنگ کا انعام بھی چندہ میں دے دیا۔

محترم عبداللہ احمدی صاحب نے قادیان میں پلاٹ خرید کر ایک کوٹھی بھی تعمیر کروائی تھی۔ محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ اپنی شادی کے بعد کینیا سے قادیان آبسیں۔ یہاں آپ کے ہاں رہنے والی ایک عیسائی نوکرانی نے آپ اور آپ کے گھر والوں کی خداترسی دیکھ کر احمدیت قبول کرلی۔ بعد میں اُس کا خاوند بھی عیسائیت ترک کرکے احمدی ہوگیا۔

آپ بتایا کرتیں کہ ہمارے ہاں رواج تھا کہ جو سترہ برس کا ہوجاتا اس کی وصیت کروادی جاتی تھی میری وصیت بھی سترہ برس کی عمر میں ہوگئی تھی۔ آپ بہت سادہ مزاج تھیں۔ باوجود نہایت متموّل ہونے کے جلسہ کے ایّام میں لنگر کی دال کو گھر کے ہر سالن پر ترجیح دیتیں۔

آپ کی وفات لندن میں ہوئی۔ آپ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ 7 ستمبر 2011ء میں مکرم انور ندیم علوی صاحب کی ایک غزل شامل اشاعت ہے۔ اس غزل میں سے انتخاب پیش ہے:

اک نیا فرمان جاری ہوگیا سلطان کا
امتحاں مقصود ہے شاید مرے ایمان کا
حوصلہ دیکھا عجب اس حضرتِ انسان کا
بھول جاتا ہے فسانہ جان کر ہامان کا
غرق دریا ہوگیا تھا یاد کر فرعون کو
باعثِ عبرت بنا اقرار بھی ایمان کا
اُس طرف ترمیم، طاقت، ضابطے ہیں جبر کے
بڑھ گیا درجہ اِدھر ایمان کا، ایقان کا
ہم اندھیری رات میں ہیں روشنی کے وہ چراغ
خوف آندھی کا جنہیں، ڈر بھی نہیں طوفان کا
کٹ تو سکتا ہے مگر یہ سر جھکا ہے کب ندیمؔ!
جان تو جانی ہے اک دن خوف کیا پھر جان کا!

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
May 20, 2016 – May 26, 2016

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday May 20, 2016

00:00	World News
00:20	Tilawat: Surah Az-Zaariyat, verses 1-31 with Urdu translation.
00:35	Dars-e-Hadith
01:10	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 13.
01:25	An Audience With Hadhrat Khalifatul Masih V (aba): Recorded on March 23, 2013.
02:25	Spanish Service
02:55	Pushto Muzakarah
03:40	Tarjamatul Qur'an Class: Verses 88-110 of Surah Aale Imraan by Khalifatul-Masih IV (ra) in Urdu and Arabic. Class no. 41. Rec. March 08, 1995.
04:50	Liqa Ma'al Arab: Session no. 84.
06:00	Tilawat: Surah Az-Zaariyat, verses 32-52 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 14.
07:00	Inauguration Of Baitur Rahman Mosque: Recorded on April 3, 2013.
08:20	Rah-e-Huda: Recorded on May 14, 2016.
09:55	Indonesian Service
10:55	Deeni-o-Fiqahi Masail
11:30	Live Proceedings From Baitul Futuh
12:00	Live Friday Sermon
13:00	Live Proceedings From Baitul Futuh
13:35	Tilawat: Surah Al-Imran, verses 93-105.
13:50	Seerat-un-Nabi
14:35	Shotter Shondhane: Recorded on: September 29, 2012.
15:40	Braheen-e-Ahmadiyya
16:20	Friday Sermon [R]
17:35	Yassarnal Qur'an
18:00	World News
18:30	Inauguration Of Baitur Rahman Mosque [R]
19:50	Open Forum
20:20	Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
21:00	Friday Sermon [R]
22:20	Rah-e-Huda [R]

Saturday May 21, 2016

00:00	World News
00:20	Tilawat
00:50	Inauguration Of Baitur Rahman Mosque
02:10	Friday Sermon: Recorded on May 20, 2016.
03:15	Rah-e-Huda: Recorded on May 14, 2016.
04:45	Liqa Ma'al Arab: Session no. 85.
06:00	Tilawat: Surah Az-Zaariyat, verses 53-61 and Surah At-Toor, verses 1-22 with Urdu translation.
06:15	In His Own Words
06:40	Al-Tarteel: Lesson no. 35.
07:05	Huzoor's Jalsa Salana Address: Recorded on December 28, 2014.
08:10	International Jama'at News
08:45	Story Time: Programme no. 24.
09:00	Question And Answer Session: Recorded on: May 11, 1991.
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon [R]
12:15	Tilawat: Surah Al-Imran, verses 106-119.
12:30	Al-Tarteel [R]
13:00	Live Intikhab-e-Sukhan
14:00	Bangla Shomprochar
14:55	Life Of Hazrat Abu Bakr (ra)
16:00	Live Rah-e-Huda
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Huzoor's Jalsa Salana Address [R]
19:30	Faith Matters: Programme no. 194.
20:30	International Jama'at News
21:00	Rah-e-Huda [R]
22:30	Story Time [R]
22:50	Friday Sermon [R]

Sunday May 22, 2016

00:05	World News
00:20	Tilawat
00:35	In His Own Words
01:00	Al-Tarteel
01:25	Huzoor's Jalsa Salana Address
02:30	Story Time
02:40	Friday Sermon: Recorded on May 20, 2016.
03:50	Life Of Hazrat Abu Bakr (ra)
04:50	Liqa Ma'al Arab: Session no. 86.
06:00	Tilawat: Surah At-Toor, verses 23-50 with Urdu translation.
06:15	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
06:30	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 14.
06:55	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat: Recorded on December 22, 2012.
08:00	Faith Matters: Programme no. 186.
09:00	Question And Answer Session: Recorded on: May 21, 1995.
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: Spanish Translation of Friday sermon delivered on January 30, 2015.
12:15	Tilawat: Surah Al-Imran, verses 120-136.
12:25	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
12:35	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 14.
13:00	Friday Sermon: Recorded on May 20, 2016.
14:10	Shotter Shondhane: Rec. September 29, 2012.
15:10	The Life Of Hazrat Umar (ra)
16:00	Live Press Point
17:05	Kids Time: Programme no. 29.
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:20	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat [R]
19:30	Live Beacon Of Truth
20:35	Roots To Branches: The life and character of the Promised Messiah (as).
21:05	Press Point [R]
22:10	Friday Sermon [R]
23:20	Question And Answer Session [R]

Monday May 23, 2016

00:10	World News
00:30	Tilawat
00:50	Aao Husne Yaar Ki Baatain Karein
01:05	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 14.
01:30	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat
02:40	Roots To Branches
03:15	Friday Sermon: Recorded on May 20, 2016.
04:22	Ar-Rahman
04:55	Liqa Ma'al Arab: Session 87.
06:00	Tilawat: Surah An-Najm, verses 1-26.
06:15	Dars-e-Hadith
06:25	Al-Tarteel: Lesson no. 36.
07:00	Huzoor's Tour Of Spain: Recorded on April 30, 2013.
08:00	International Jama'at News
08:35	Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood
08:55	Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on December 23, 1997.
09:55	Friday Sermon: Indonesian translation of Friday Sermon delivered on December 25, 2015.
11:05	Mehfil-e-Na'at-e-Rasool: An evening of Urdu poetry with students of Jamia Ahmadiyya Qadian.
12:05	Tilawat: Surah Al-Imran, verses 137-152.
12:20	Dars-e-Hadith
12:30	Al-Tarteel [R]
12:55	Friday Sermon: Recorded on July 2, 2010.
14:00	Bangla Shomprochar
15:05	Mehfil-e-Na'at-e-Rasool [R]
16:00	Rah-e-Huda: Recorded on May 21, 2016.
17:30	Al-Tarteel [R]
18:00	World News
18:20	Huzoor's Tour Of Spain [R]
19:20	Somali Service
19:50	Life Of Hazrat Usman (ra)
20:25	Dars-e-Hadith
21:55	Friday Sermon [R]
23:05	Mehfil-e-Na'at-e-Rasool [R]

Tuesday May 24, 2016

00:05	World News
00:25	Tilawat & Dars-e-Hadith
00:45	Al-Tarteel
01:10	Waqt-e-Masiha
01:40	Huzoor's Tour Of Spain: Recorded on April 30, 2013.
02:35	Kids Time
03:10	Friday Sermon
04:15	In His Own Words
04:50	Liqa Ma'al Arab: Session no. 88.
06:00	Tilawat: Surah An-Najm, verses 27-44 and 45-63 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith
06:35	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 15.
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat: Recorded on December 22, 2012 in Norway.
08:05	Open Forum
09:05	Question And Answer Session: Recorded on: May 21, 1995.
10:00	Indonesian Service
11:00	Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on May 20, 2016.
12:05	Tilawat: Surah Al-Imran, verses 153-161.
12:15	In His Own Words
12:45	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Faith Matters: Programme no. 194.
14:00	Bangla Shomprochar
15:00	Spanish Service: Programme no. 14.
15:30	Open Forum
16:05	Press Point: Recorded on May 22, 2016.
17:15	Noor-e-Mustafwi
17:30	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat [R]
19:30	Live The Bigger Picture
20:15	Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on May 20, 2016.
21:20	Press Point [R]
22:25	Faith Matters [R]
23:15	Question And Answer Session [R]

Wednesday May 25, 2016

00:05	World News
00:25	Tilawat
00:35	Dars-e-Hadith
01:00	Yassarnal Quran
01:20	Gulshan-e-Waqfe Nau Nasirat: Recorded on December 22, 2012 in Norway.
02:40	Press Point
03:40	Food For Thought
04:20	The Life Of Hazrat Ali (ra)
04:55	Liqa Ma'al Arab: Session no. 89.
06:00	Tilawat: Surah Al-Qamar, verses 1-25 with Urdu translation.
06:15	Dars-e-Hadith
06:30	Al-Tarteel: Lesson no. 36.
07:00	Huzoor's Jalsa Salana Address: Recorded on February 8, 2015.
08:00	The Bigger Picture: Recorded on April 12, 2016.
08:50	Question And Answer Session: Recorded on September 4, 1991.
09:50	Indonesian Service
10:55	Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on May 20, 2016.
12:00	Tilawat: Surah Al-Imran, verses 162-177.
12:15	Dars-e-Hadith
12:30	Aao Husne Yaar Ki Baatein Karein
12:45	Friday Sermon: Recorded on June 25, 2010.
14:05	Bangla Shomprochar
15:10	Deeni-o-Fiqahi Masail
15:35	Kids Time: Programme no. 24.
16:10	The Era Of Khalifatul Masih I
16:45	Faith Matters: Programme no. 193.
17:40	Al-Tarteel [R]
18:10	World News
18:30	Huzoor's Jalsa Salana Address [R]
19:30	French Service
20:05	The Era Of Khalifatul Masih I [R]
20:40	Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
21:10	Kids Time
21:45	Friday Sermon: Recorded on June 25, 2010.
23:05	Intekhab-e-Sukhan: Recorded on May 21, 2016.

Thursday May 26, 2016

00:10	World News
00:30	Tilawat
00:40	In His Own Words
01:35	Huzoor's Jalsa Salana Address: Recorded on February 8, 2015.
02:35	Deeni-o-Fiqahi Masail
03:05	Open Forum
03:40	Roohani Khazaa'in Quiz: An Urdu quiz based on the book of the Promised Messiah (as).
04:00	Faith Matters: Programme no. 193.
04:50	Liqa Ma'al Arab: Session no. 90.
06:05	Tilawat & Dars-e-Hadith
06:35	Yassarnal Qur'an: Lesson no. 15.
06:55	Huzoor's Reception In Beverly Hills: Recorded on: May 11, 2013.
08:20	In His Own Words
09:00	Tarjamatul Qur'an Class: Recorded on March 22, 1995.
10:05	Indonesian Service
11:05	Japanese Service
11:30	Ahmadiyyat In Belize
12:05	Tilawat
12:20	Dars-e-Hadith [R]
12:35	Yassarnal Qur'an [R]
13:00	Beacon Of Truth: Recorded on May 22, 2016.
14:00	Friday Sermon: Recorded on May 20, 2016.
15:05	Zahoor-e-Qudrat-e-Sania: The demise of Hazrat Masih-e-Ma'ood (as) and the beginning of Khilafat.
16:00	Persian Service: Programme no. 35.
16:30	Tarjamatul Qur'an Class [R]
17:35	Yassarnal Qur'an [R]
18:00	World News
18:15	Huzoor's Reception In Beverly Hills [R]
19:30	Live German Service
20:35	Faith Matters: Programme no. 193.
21:30	Tarjamatul Qur'an Class [R]
23:00	Beacon Of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587

Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 23 | Friday 20 May , 2016 | Issue No. 21

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا دورۂ ڈنمارک 2016ء

مسجد نصرت جہاں (کوپن ہیگن) میں ورود مسعود اور والہانہ استقبال۔ مسجد کے ساتھ نوتعمیر شدہ مشن ہاؤس و دیگر عمارات کا معائنہ۔

علاقہ کی میئر اور کونسلرز کی حضور انور کے ساتھ ملاقات اور باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو

یہ درست ہے کہ یہاں مذہبی آزادی ہے، آزادیٔ رائے ہے لیکن اگر یہ آزادی دوسروں کے جذبات مجروح کر رہی ہے تو اس پر ہمیں کوئی حد لگانی پڑے گی تب ہی امن، رواداری اور بھائی چارہ کا ماحول قائم ہوسکتا ہے۔ (حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

انفرادی و فیملی ملاقاتیں۔ بیسیوں افراد جماعت مرد و زن اور بچوں نے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ سے ذاتی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

(رپورٹ مرتّبہ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن)

04؍مئی 2016ء بروز بدھ

آج حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سکنڈے نیویا کے ممالک ڈنمارک اور سویڈن کے لئے اپنا دوسرا سفر اختیار فرمایا۔

سال 2005ء میں جرمنی کا دورہ مکمل کرنے کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 06؍ستمبر 2005ء بروز منگل تا 11؍ستمبر 2005ء ڈنمارک کا پہلا دورہ فرمایا تھا۔

سال 2011ء میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جرمنی کے سفر میں اپنے ہمبرگ (Hamburg) قیام کے دوران 09؍اکتوبر 2011ء کو صرف ایک دن کے لئے ڈنمارک کے شمال میں آباد شہر Nakskov تشریف لائے تھے اور دوسرے مختلف پروگراموں کے علاوہ یہاں مقیم البانین اور Kosovo کے احمدی احباب اور فیملیز نے شرف ملاقات پایا تھا۔

ڈنمارک کے باقاعدہ اس دوسرے دورہ کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ ''مسجد نصرت جہاں'' کوپن ہیگن کے ساتھ ایک نیا مشن ہاؤس، دفاتر، وسیع ہالز، لائبریری اور رہائشی حصّہ، گیسٹ ہاؤسز وغیرہ تعمیر ہوئے ہیں اور ایک مکمل نیا کمپلیکس بنا ہے جس کا افتتاح اس سفر میں ہوگا۔

لندن سے روانگی

ڈنمارک کے اس بابرکت سفر کا آغاز 04؍مئی بروز بدھ 2016ء کو ہوا۔ جب دوپہر ساڑھے بارہ بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائشگاہ سے باہر تشریف لائے۔ اپنے پیارے آقا کو الوداع کہنے کے لئے احباب جماعت مسجد فضل لندن کے احاطہ میں جمع تھے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا کروائی اور اپنا ہاتھ بلند کرکے سب کو السلام علیکم کہا اور ایئرپورٹ کے لئے روانگی ہوئی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایئرپورٹ پر آمد سے قبل سامان کی بکنگ، بورڈنگ کارڈ کے حصول اور امیگریشن کی کارروائی ایک خصوصی انتظام کے تحت مکمل ہو چکی تھی۔

ایک بج کر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایئرپورٹ پر تشریف آوری ہوئی۔ پروٹوکول آفیسر نے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور حضور انور سپیشل لاؤنج میں تشریف لے آئے۔ مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت یوکے، مکرم اخلاق احمد انجم صاحب (وکالت تبشیر لندن)، مکرم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد صاحب (صدر مجلس خدام الاحمدیہ یوکے) اور مکرم سیّد محمد احمد ناصر صاحب (نائب افسر حفاظت خاص) ایئرپورٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو الوداع کہنے کے لئے ساتھ آئے تھے۔ اس سبھی احباب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف مصافحہ حاصل کیا اور حضور انور کو الوداع کہا۔

دو بج کر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جہاز پر سوار ہونے کے لئے لاؤنج سے روانہ ہوئے۔ حضور انور کی گاڑی ایک خصوصی انتظام کے تحت جہاز کے قریب لائی گئی اور پروٹوکول آفیسر حضور انور کو جہاز میں سوار کروا کر واپس گئی۔

برٹش ایئرویز (British Airways) کی پرواز BA818 دو بج کر 35 منٹ پر ہیتھرو (Heathrow) ایئرپورٹ لندن سے ڈنمارک کے کوپن ہیگن (Copenhagen) ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہوئی۔ ایک گھنٹہ پچاس منٹ کی پرواز کے بعد ڈنمارک کے مقامی وقت کے مطابق پانچ بج کر 25 منٹ پر جہاز کوپن ہیگن کے ایئرپورٹ پر اترا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک قدم تیسری بار ڈنمارک کی سرزمین پر پڑے۔ ڈنمارک کا وقت برطانیہ کے وقت سے ایک گھنٹہ آگے ہے۔

جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جہاز سے باہر تشریف لائے تو پروٹوکول آفیسر کے ساتھ مکرم محمد زکریا خان صاحب امیر و مبلغ انچارج ڈنمارک اور مکرم محمد اکرم محمود صاحب مبلغ ڈنمارک و صدر مجلس خدام الاحمدیہ ڈنمارک نے حضور انور کا استقبال کیا اور شرف مصافحہ حاصل کیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گاڑی جہاز کے دروازہ کے قریب ہی پارک کی گئی تھی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گاڑی میں سوار ہوئے اور بغیر کسی بھی امیگریشن پراسس (Immigration process) کے یہاں سے جماعتی مرکز ''مسجد نصرت جہاں'' کے لئے روانگی ہوئی۔

مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن میں ورود مسعود اور والہانہ استقبال

چھ بجکر پندرہ منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مسجد نصرت جہاں میں ورود مسعود ہوا۔ احباب جماعت مرد و خواتین نے اپنے پیارے آقا کا استقبال کیا۔ بچیوں کے گروپ استقبالیہ گیت پیش کر رہے تھے۔ جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز گاڑی سے باہر تشریف لائے تو مکرم نعمت اللہ بشارت صاحب مبلغ سلسلہ ڈنمارک اور مکرم فلاح الدین صاحب مبلغ ڈنمارک نے حضور انور کو خوش آمدید کہا اور شرف مصافحہ حاصل کیا۔ محترم امۃ المنان صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ ڈنمارک نے حضرت بیگم صاحبہ مدّظلہا العالی کو خوش آمدید کہا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنا ہاتھ بلند کرکے سب کو السلام علیکم کہا اور اپنے رہائشی حصّہ میں تشریف لے گئے۔

آج کا دن جماعت ڈنمارک کے لئے بہت بابرکت اور خوشی و مسرت کا دن ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک قدم اس سرزمین پر پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ سعادت اس جماعت کے لئے بہت خیر و برکت کا موجب بنائے۔

بعد ازاں چھ بجکر 40 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشریف لاکر مسجد نصرت جہاں میں نماز ظہر و عصر جمع کرکے پڑھائیں۔

مسجد نصرت جہاں کے ساتھ نوتعمیر شدہ مشن ہاؤس و دیگر عمارات کا معائنہ

نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نئے تعمیر ہونے والے مشن ہاؤس اور دیگر عمارات کا معائنہ فرمایا۔

اس نئے کمپلیکس میں ''مسجد نصرت جہاں'' سے ملحقہ جگہ پر لائبریری، دفاتر، آٹھ واش رومز، دو (2) لابی (Lobby) اور ایک جماعتی کچن تعمیر ہوا ہے۔ نیچے Basement میں لجنہ کے لئے نماز سینٹر تعمیر ہوا ہے۔ جس کا رقبہ 210 مربع میٹر ہے۔ اس کے علاوہ لجنہ کا دفتر اور ساؤنڈ سسٹم کا کمرہ اور ایک ٹیکنک روم ہے۔

اس کے علاوہ مسجد نصرت جہاں کے بالمقابل سڑک کے دوسری طرف ایک نہایت پرانا اور خستہ حال Villa 1991ء میں خریدا گیا تھا۔ اس عمارت کو گرا کر یہاں 363 مربع میٹر پر مشتمل Basement تعمیر کی گئی ہے جس میں آٹھ دفاتر ہیں اور 180 مربع میٹر کا ایک وسیع ہال ہے اور ایک سٹور بھی شامل ہے۔

اس بیسمنٹ کے اوپر 120 مربع میٹر کا مربی ہاؤس تعمیر کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ دو کمروں اور کچن وغیرہ کی سہولت پر مشتمل ایک گیسٹ ہاؤس بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ اس طرح اس Villa کی جگہ کُل 727 مربع میٹر کی عمارات تعمیر ہوئی ہیں۔ سب تعمیرات کو ملا کر مجموعی طور پر 1209ء مربع میٹر کی نئی تعمیر ہوئی ہے۔ یہ سارا کمپلیکس ہی بہت خوبصورت ہے۔ معائنہ کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد نصرت جہاں سے ملحقہ دفاتر اور لائبریری کے وزٹ کے بعد نیچے لجنہ کے نماز ہال میں تشریف لے گئے۔ اس موقع پر امیر صاحب ڈنمارک نے بتایا کہ ہال کا

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں